جہاد، مجاہدہ اور اجتہاد کا قرآنی تصور

مقالہ برائے ایم اے علوم اسلامیہ

(تخصص قرآن و تفسیر)

نگران مقالہ
شاہ معین الدین ہاشمی
استاد شعبۂ حدیث و سیرت
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مقالہ نگار
سعدیہ قریش
رول نمبر P574925



کلیہ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

سیشن 2006-2005

بسم اللہ الرحمن الرحیم

DECLARATION

I am ***Sadia Quraish*** Roll No. P574925 a student of M.A Islamic studies in Allam Iqbal Open University, Islamabad do here by solemnly, declare that the thesis entitled ﴿جہاد، مجاہدہ اور اجتہاد کا قرآنی تصور﴾ is submitted in partial fullfillment in M.A Islamic Studies degree, my original work and has not been for obtaining any degree from this or another university of institution.

Signature

Sadia Quraish

Sadia Quraish

FORWARDING SHEET

The Thesis entitled ﴿جہاد، مجاہدہ اور اجتہاد کا قرآنی تصور﴾ submitted by Sadia Quraish in partial fullfillment of the requiement for the Master's Degree in Islamic Studies has been completed under my guidence and supervision. She may be allowed to submit her thesis for further action as per rules and regulations.

Signature

13-06-07

Shah Moeen-ud-Din Hashmi

Department of Hadith & Seerah,

Faculty of Arabic and Islamic Studies

Allama Iqbal Open University,

Islamabad.

APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of thesis: ﴿جہاد ، مجاہدہ اور اجتہاد کا قرآنی تصور﴾

Name of Student: ***Sadia Quraish*** accepted by faculty of M.A Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, for partial fullfillment of requirments of Master Degree in Islamic Studies.

Viva Voce Committee:

Chairman :

External Evaluation:

Internal Evaluation:

Pateal:

انتساب

اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے نام

اور

اپنے محترم والد اور والدہ صاحبہ

کی بے پناہ بے لوث اور بے غرض

محبتوں کے نام

جو میرا ''سرمایہ حیات'' اور میری ''جنت'' ہیں

اور

میری اک اک سانس ان کی ''قرضدار'' ہے۔

فہرست مقالہ

اظہار تشکر

بے پناہ حمد وثناء ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے جس کی رحمت وتحفظ مجھے ہر لمحے گھیرے ہوئے ہے اور ہزاروں درود وسلام ہیں حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین پر جن کی محبت مسلمانوں کا فخر ہے۔ اس کے بعد میں شکرگزار ہوں اپنے والدین کی، جن کی مدد وتعاون اور دعاؤں کے بغیر شاید میں یہ مراحل تعلیم طے نہ کرسکتی۔

میں اپنے نگران مقالہ جناب شاہ معین الدین ہاشمی کی بھی بے حد شکرگزار ہوں، جنھوں نے اس مقالہ کی تکمیل میں ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ اگر ان کی مدد ورہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید میں یہ مقالہ نہ لکھ پاتی۔

اپنے اساتذہ میں سے جناب ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کی شکرگزار ہوں جنھوں نے ایم اے علوم اسلامیہ کے ہر مرحلہ میں میری رہنمائی کی اور میں نے جن کی لائبریریوں سے استفادہ کیا ان کے سٹاف ممبران کی بھی شکرگزار ہوں جنھوں نے کتب کی فراہمی میں میری مدد کی۔

مُقَدِّمَة

مُقَدِّمَۃ

جہاد کے معنی عموماً قتال اورلڑائی کے سمجھے جاتے ہیں۔مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے۔ جہاد کا لفظ جہد سے نکلا ہے۔ جہاد اور مجاہدہ فِعَال اور مُفَاعَلَت کے وزن پر اسی جہد سے مصدر ہیں اور لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں،اسی کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنی بھی ہیں یعنی حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد،قربانی اور ایثار گوارا کرنا۔اور ان تمام جسمانی مالی اور دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں اس کی راہ میں صرف کرنا یہاں تک کہ اس کے لئے اپنے عزیز واقارب کی ،اہل عیال کی ، خاندان وقوم کی جان تک قربان کر دینا اورحق کے مخالف اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا ، ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اوراس کے لئے جنگ کے میدان میں اگران سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا ،یہی جہاد ہے اور یہ اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔

سورۃ نساء میں ہے:

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (نساء:۹۵)

’’مسلمانوں میں سے وہ جن کو کوئی جسمانی معذوری نہ ہو اور پھر بیٹھے رہیں اوروہ جو خدا کی راہ میں اپنی جان ومال سے جہاد کرر ہے ہوں برابر نہیں ، اللہ نے اپنی جان ومال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر درجہ کی فضیلت عطا کی ہے، ہر ایک سے خدا نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر، بڑے اجر کی فضیلت بخشی ہے۔‘‘

اس بیٹھنے اور جہاد کرنے کے باہمی تقابل سے یہ بات ڈھل جاتی ہے کہ جہاد کی حقیقت بیٹھنے سستی کرنے کے سراسر خلاف ہے۔

یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد اور قتال دونوں ہم معنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قرآن پاک میں دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں۔ اس لئے جہاد فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں جہاد کرنا)، قتال فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں لڑنا) ان دونوں لفظوں کے معنی ایک نہیں ہیں بلکہ ان دونوں میں عام وخاص کی نسبت ہے یعنی ہر جہاد قتال نہیں ہے بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے۔ اسی لئے قرآن میں ان دونوں لفظوں کے استعمال میں ہمیشہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اسی سورۃ نساء کے اوپر کی آیت میں اور دوسری آیتوں میں جہاد کی دو صریح قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

جہاد بالنفس اور جہاد بالمال یعنی اپنی جان کے ذریعہ جہاد کرنا اور اپنے مال کے ذریعے جہاد کرنا۔ جان کے ذریعہ جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکلیف بے خطر اٹھائی جائے یہاں تک کہ اپنی جان تک کو جوکھوں میں ڈال دینے، آگ میں جلائے جانے، سولی پر لٹکائے جانے، تیر اور نیزے سے چھد جانے اور تلوار سے کٹ جانے کے لئے ہر وقت تیار، آمادہ اور مستعد رہے۔ مال سے جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کو کامیاب اور سر بلند کرنے کے لئے اپنی ہر ملکیت کو قربان، اپنی ہر دولت کو نثار اور ہر سرمایہ کو وقف کرنے کے لئے تیار رہے۔ اسی جان اور مال کی باطل محبت شخص اور قوم دونوں کی ترقی وسعادت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

مجاہدہ:

اللہ کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرنا مجاہدہ ہے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ غور وفکر عبادت کی کنجی ہے اور درست کام کرنے کی نشانی یہ ہے کہ نفس اور خواہشات کی مخالفت کرے اور ان دونوں کی مخالفت ان کی خواہشات کو ترک کرنے سے ہوتی ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اول تم جس جہاد سے انکار کرو گے وہ جہاد بالنفس ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے نفس کو پاکیزگی پر قائم رکھنے کے لئے اطاعت الٰہی کے مطابق عبادت اور ذکر الٰہی جاری رکھنے کی کوشش کو مجاہدہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کو پانے کی کوشش مجاہدہ ہے اور یہ جہاد غزوات سے افضل ہے کیونکہ جو اللہ کو پانے کی

کوشش کرتا ہے اسے اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینا پڑتا ہے اور یہ قربانی عمر بھر کی قربانی ہے جو جان کی قربانی سے فضلیت میں بڑھ جاتی ہے۔

اجتہاد:

اجتہاد عربی زبان کے لفظ ''جہد'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کوشش، مشقت اور محنت۔

لغت میں اجتہاد سے مراد کسی کام کو انجام دینے میں ایسی کوشش اور طاقت صرف کرنا ہے جس میں محنت ومشقت برداشت کرنا پڑے۔ اگر کسی کوشش میں محنت اور مشقت نہ پائی جائے تو وہ اجتہاد نہیں۔

اجتہاد اس کوشش کے لئے مخصوص ہے جو شرعی احکام سے متعلق علم حاصل کرنے میں کی جاتی ہے۔

اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اپنی حد تک انتہائی کوشش اور طاقت صرف کی جائے اور کسی نئے مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے میں اتنی زیادہ کوشش کی جائے کہ یہ غالب گمان حاصل ہو جائے کہ نئے مسئلہ کا جو حکم اخذ کیا گیا ہے وہی شریعت کا حکم اور مقصد ہے اگر اس کوشش اور طاقت کے استعمال میں مجتہد کی طرف سے کوئی کمی رہ جائے تو یہ اجتہاد نہ ہوگا۔ فیه نظرٌ

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اجتہاد تام (مکمل) یہ ہے کہ مجتہد شرعی احکام کے علم کی طلب میں اس حد تک کوشش کرے کہ خود اس کو یہ محسوس ہو کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے وہ اب عاجز ہے۔

حکم شرعی کی طلب میں صرف وہی کوشش اجتہاد کہلائے گی جو اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے کسی عالم سے صادر ہو۔ غیر مجتہد شخص کسی شرعی حکم کو جاننے کے لئے کتنی ہی کوشش کرے وہ اجتہاد نہیں ہوگا۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ جہاد، مجاہدہ اور اجتہاد میں بنیادی طور پر ایک ہی روح ہے اور وہ یہ ہے کہ سچائی کو مضبوط کرنے کی اس تلاش کرنے والے کا محنت وجستجو کرنا۔

موضوع بنیادی سوال

موضوع تحقیق کے بنیادی سوالات یہ ہیں:

i) اسلام میں جہاد، مجاہدہ اور اجتہاد کا کیا تصور ہے؟

ii) تصور جہاد کس طرح پروان چڑھتا ہے اور اس کے مسلمانوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

iii) ایسے کون سے اقدامات ہیں جن کو اپنانے سے اسلامی معاشرے میں جہاد، مجاہدہ اور اجتہاد کے مقاصد کا حصول ممکن ہے؟

فرضیہ تحقیق

1) جہاد کا مطلب صرف قتال نہیں ہے بلکہ استحکام ملت کی ہر کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔ اللہ کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرنا مجاہدہ ہے۔

اجتہاد سے مراد کسی کام کو انجام دینے میں ایسی کوشش اور طاقت صرف کرنا ہے جس میں محنت ومشقت برداشت کرنا پڑے۔

2) جن مسائل کا حل ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں نہیں ملتا اس مسئلے کو مجتہدین اجتہاد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

اسلوب تحقیق

اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے درج ذیل اسلوب تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔

i) مواد اصل مصادر سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ii) ثانوی ماخذ سے بھی تشریح وتعبیر کے لئے استفادہ کیا گیا ہے۔

iii) مفسرین قرآن کی آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

iv) قرآن وتفسیر کے احکام کو عام فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب اول

جہاد کا قرآنی تصور

باب اول

جہاد کا قرآنی تصور

فصل اول :

جہاد کا لغوی مفہوم

جہاد کا لفظ جہد سے مشتق ہے۔ ابن منظور نے لسان العرب میں جَہد اور جُہد کے معنی طاقت کے بیان کئے ہیں۔بعض کے نزدیک جَھد کے معنی مشقت اور جُھد کے معنی طاقت کے ہیں۔(۱)

قائد اللغات میں جہاد کے معنی یہ بیان ہوئے ہیں۔کوشش کرنا، کافروں سے لڑائی،

اس سے جنگ جو فرائض اسلام کے ادا کرنے میں حارج ہو۔

جہاد اصغر (حضورﷺ کے الفاظ میں) کافروں سے جنگ کرنا۔

جہاد اکبر، ریاضت شاقہ، نفس کو دبانا ہے۔(۲)

اصحاب لغت میں سے بعض نے لکھا ہے کہ جہاد کے لغوی معنی یوں بیان ہوئے ہیں جہاد کا مادہ ج، ہ، د ہے جس کے معنی ہیں وہ کوشش اور محنت جو کسی مقصد کے لئے کی جائے۔ مجاہدہ اور اجتہاد بھی اسی مادے سے ہیں۔

یہ لفظ قرآن مجید میں کبھی لغوی اور کبھی اصطلاحی معنوں میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔ (۳)

جبران مسعود نے ''الرائد'' میں جہاد کے معنی اس طرح کئے ہیں۔

معد جاهد قتال المسلمين اعداهم دفاعاً عن الدين ۔ (۴)

امام راغب مفردات القرآن میں جہاد کے معنی یوں بیان کرتے ہیں ۔ الجهد والجهد کے معنی طاقت کے اور مشقت کے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ الجهد (بفتح الجيم) یعنی مشقت اور الجهد (بضم الجيم) یعنی وسعت کے ہیں۔

بعض نے کہا کہ جہد کا لفظ صرف انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (۵)

'' (اور جو بیچارے غریب) صرف اتنا ہی کما رکھتے ہیں جتنی مزدوری کرتے ہیں۔''

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (۶)

'' اور یہ لوگ خدا کی سخت قسمیں کھاتے ہیں۔''

الاجتهاد (افتعال) کے معنی کسی کام کے لئے پوری طاقت صرف کرنا اور مشقت اٹھانا کہا جاتا ہے۔

جهدت رائى واجتهدته (۷)

میں نے پوری طرح غور کیا۔

فیروز اللغات میں جہاد کے معنی اس طرح بیان ہوئے ہیں۔

کوشش کرنا: جدوجہد، دین کی حمایت کے لئے ہتھیار اٹھانا۔

جہاد اصغر: کافروں کے خلاف ہتھیار اٹھانا۔

جہاد اکبر: نفس کو دبانا، ایسی ریاضت کرنا جس میں جسم گھلے۔ (۸)

Encyclopeadia Britanica میں جہاد کے معنی کچھ یوں بیان ہوئے ہیں۔

" Jihad arabic lit striving, effort the religious duty in culcated in the Quran(11, 214, 215) viii: 39,42 , ix: 5,6,29) on the followers of Mohammad to wage war upon those who do not accept the doctrine of Islam Modern Muslim apologists maintain that Jihad in the Quran does not mean the waging of war and explain in the terms of spirtual life." (9)

لیکن یہ تعریف درست نہیں ہے کہ حضورﷺ کے پیروکارروں کا اسلام قبول نہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنا جہاد ہے۔

جہاد کا اصطلاحی مفہوم

جہاد جہد یعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مال و دولت کے لئے نہیں اظہار مردانگی وشجاعت اور توسیع سلطنت ومملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح

بہا دینا، اس کو اصطلاحِ شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔ (۱۰)

مفردات قرآن میں امام راغب جہاد کے اصطلاحی معنی یوں بیان کرتے ہیں ۔الجہاد والمجاہدہ (مفاعلة) یعنی دشمن کے مقابلے میں پوری طاقت صرف کرنے کے ہیں۔

جہاد تین قسم کے ہیں۔

۱: کفار سے ۲: شیطان سے ۳: نفس سے

آیت مبارکہ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (۱۱)

''اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔''

تینوں قسم کے جہاد پر مشتمل ہے فرمایا:

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۱۲)

''اور خدا کے راستے میں مال اور جان سے لڑو''

حدیث میں ہے:

جس طرح اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہو، اپنی خواہشات سے بھی جہاد کرو۔ جہاد اور مجاہدہ زبان اور ہاتھ دونوں سے ہوتا ہے۔ (۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ لکھتے ہیں:

'' کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت اور وسعت کو صرف کرنا شرعاً جہاد ہے اور نفس ، شیطان اور فاسقوں سے مجاہدہ کرنے کو بھی جہاد کہتے ہیں ۔ امورِ دین کا علم حاصل کرنا پھر اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا

مجاہدہ نفس ہے۔شیطان کے شبہات کو دور کرنا اوراس کی مزین کردہ چیزوں سے بچنا مجاہدہ شیطان ہے۔جان، مال، زبان اوردل سے کفار کے ساتھ جنگ کرنا مجاہدہ کفار ہے اور ہاتھوں ، زبان اوردل سے فاسقوں کی مخالفت کرنا مجاہدہ فساق ہے۔ (۱۴)

اصطلاح شرعی میں جہاد کو مخصوص معنی عطا کئے ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح میں کتاب الجہاد کے آغاز میں لفظ جہاد کی جو تشریح کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

بذل المجھود فی قتال الکفار مباشرة اومعاونة بالمال اوربالرائی اوتکثیر السواد اورغیر ذلك" (۱۵)

اللہ کا کلمہ بلند کرنے ، دشمن کی صداقت کرنے میں جان ومال اورتمام قوتیں صرف کردینا۔ چنانچہ اب یہ لفظ عام سعی وکوشش کے معنوں سے نکل کراس مقدس جدوجہد کے لئے استعمال ہونے لگا ہے جو اعلائے کلمۃ الحق اوردین کی سربلندی کے لئے ہو۔کتاب وسنت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا شرعی مفہوم یہی ہے۔

عرف عام نے اس مفہوم میں اوربھی وسعت پیدا کردی ہے اور جہاد کا اطلاق صرف قتال بالکفار پر ہونے لگا اس لفظ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اکثر اہل علم نے اس کی تعریف یہ کی۔

خص فی عرفیھم بقتال الکفار (۱۶)

اصطلاح میں جہاد کے معنی ہیں وہ محنت اورکوشش جو اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں ،اسلام کے لئے، نظام ملت کے لئے یا اس کے استحکام کے لئے کی جائے ۔خواہ مال سے ہو، جان سے ہو یا کسی اورطریقے سے۔

اپنے نفس سے جہاد کرنے کو بھی بعض احادیث (اورکتب اخلاق) میں جہاد اکبر کہا گیا ہے لیکن زیادہ معین معنوں میں جہاد اسلام میں بطورعبادت ہر وہ کوشش اورمحنت شامل ہے جوملت کے استحکام میں جملہ اجتماعی امورمیں کی سربلندی ، اعلائے کلمۃ اللہ مظلوموں کی حمایت ،حملہ آوروں کا مقابلہ اوراس میں آگے بڑھ

کر ان کی کمین گاہوں، رسدگاہوں، چھاؤنیوں، سلسلہ رسل ورسائل اوران کی مرکزی قوت کوختم کرنے کے لئے ہو۔ (۱۷)

چنانچہ اسلامی اصطلاح میں جہاد سے مراد دین حق کی سرفرازی وسربلندی ہے اوراس کی اشاعت کے لئے ہرقسم کی جدوجہد ، ایثاراورقربانی کرنا ہے یہ جدوجہد زبانی وعلمی بھی ہوسکتی ہے اور مالی اور جانی بھی، انفرادی بھی ہوسکتی ہے اوراجتماعی بھی ۔اس طرح جہاد بڑی وسیع اصطلاح ہے جس میں اقامت دین کی ہرکوشش شامل ہے جس کا ادنیٰ درجہ ارادہ رکھنا ہے اوراعلیٰ ترین درجہ فی سبیل اللہ جان کا نذرانہ ہے ۔

حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ جہاد کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔

''کہ وہ جہاد جس سے کہ نفس کی تکذیب اوراس کا تزکیہ ہوتا ہے اوروہ جہاد جس سے کہ یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس کے محرک نفسانی خواہشات ہیں۔ (۱۸)

اسلام نے تمام سابقہ اصطلاحات کوچھوڑ کر جنگ کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح وضع کی۔

جہاد کا لغوی مفہوم کسی مقصد کے حصول کے لئے انتہائی جہد وسعی ہے اوراسلام کی یہ مقررکردہ اصطلاح جنگ کے جاہلی تصورات سے قطعی طور پر پاک ہے ۔ دورجاہلیت میں جنگ کوحرب، کرلیہ، شر، ردغ وغیرہ کے ناموں سے پکاراجاتاتھا جن سے جنگ کا مقصد واضع ہوجاتا تھا مگر جہاد کے معنی ہر وہ جہدوسعی ہے جو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے عمل میں لائی جائے۔

جہاد کا قرآنی تصور

جہاد کا لفظ اپنی مختلف صورتوں یعنی اسم،فعل کی شکل میں قرآن میں بیسیوں مرتبہ آیاہے اوراس کے معنی ہرجگہ جدوجہد کے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاد کا لفظ مکی سورتوں میں بھی آیا ہے اورمکہ کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوابی جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی مثلاً

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (۱۹)

''اور جنھوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔''

یہ مکی آیت ہے اور قتال کا حکم الٰہی مدینہ میں آیا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جہاد کے معنی پوری پوری کوشش کرنے ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا (۲۰)

''سو تو کہنا مت مان منکروں کا اور مقابلہ کر ان کا اس کے ساتھ بڑے زور سے''

اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ پورے عزم و ہمت کے ساتھ ان کی مخالفت کے باوجود اسلام کی دعوت دیتے چلے جایئے۔ یہاں لفظ'' جہاداً کبیراً '' آیا ہے یعنی بڑا جہاد لیکن اس مکی آیت میں اس کے معنی قتال کے نہیں ہیں۔

اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ جہاد کا لفظ ایک تیسری مکی سورۃ لقمان میں ہے۔

وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ لا فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (۲۱)

''اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور ساتھ دے ان کا دنیا میں دستور کے موافق اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف۔''

یہ بھی مکی آیت ہے مکہ میں والدین اپنے بچوں کے خلاف جنگ نہیں کر رہے تھے بلکہ دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ ایمان نہ لائیں اس دباؤ کو ''جاھدک'' یعنی وہ تیرے خلاف جہاد کریں گے، کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ مدنی سورتوں سورۃ انفال اور سورۃ توبہ میں ہے، لیکن یہاں زیادہ تر مالی اور جانی کوشش کے معنوں میں آیا ہے مثلاً

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰه (۲۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں''

اسی طرح سورۃ توبہ میں بھی فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَاللّٰهِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲۳)

'' جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کے لئے بڑا اجر درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔''

اس آیت کی روشنی میں اگر کوئی مجاہدین کو سرپھرا اور دہشت گرد کہے تو یہ اس کی قرآن سے بے خبری کی دلیل ہے یہاں جہاد بالنفس قتال کے معنی میں آیا ہے۔

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (۲۴)

'' برابر نہیں بیٹھے رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کے اپنے مال اور جان سے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں ۔''

اس طرح مجاہدین کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جو مال خرچ کرتے ہیں دوسرے وہ جو اپنی جان خرچ کرتے ہیں جو اسلام کی سربلندی کے لئے مالی مدد کرتا ہے وہ بھی مجاہد ہے اور جو جان دیتا ہے وہ بھی مجاہد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کا مقصد نہ تو یہ ہے کہ مسلمان لوگوں کو قتل کرتے پھریں اور نہ یہ مذہبی دیوانگی ہے بلکہ یہ اللہ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد ہے اگر اس جدوجہد میں جان کی قربانی دینی پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہئے ۔ مغربی طاقتیں جہاد کی وجہ سے مختلف باتیں مسلمانوں کے خلاف پھیلاتی رہتی ہیں۔ ان کا مسلمانوں کو انتہا پسند دہشت گرد کہنا یہ سب دشمنی کی باتیں ہیں۔ جہاد کو Holy War ان معنوں میں کہنا کہ یہ مذہبی دیوانگی کی جنگ ہے یہ سب غلط ہے ۔ ایک مشہور انگریز مصنف Bernard Lewis اپنی کتاب The Arabs میں لکھتا ہے کہ

'' جب صلیبیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا تو اس قدر خون بہایا کہ ان کے گھوڑوں کی ٹاپیں خون میں تر تھیں ۔ (۲۵)

قرآن اور جہاد کی تلقین

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (۲۶)

'' اور راہ خدا میں ویسے ہی جہاد کرو جیسا جہاد کا حق ہے۔''

اپنے مالوں اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے راہ خدا میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو جیسے حکم دیا

ہے کہ خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ (۲۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۲۸)

''اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔''

انہیں حیات برزخی حاصل ہے اور وہاں وہ روزیاں پا رہے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے:

'' شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں اور جنت میں جس جگہ چاہیں چگتی پھرتی ہیں پھر ان قندیلوں میں آ کر بیٹھ جاتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں ان کے رب نے ایک مرتبہ انہیں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟

تو انہوں نے جواب دیا خدایا ہمیں تو تو نے وہ دے رکھا ہے جو کسی کو نہیں دیا پھر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہوگی؟

ان سے پھر یہ سوال کیا، جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہمیں نہیں چھوڑا جاتا تو کہا کہ خدایا ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج، ہم تیری راہ میں پھر جنگ کریں پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دوگنا درجہ پائیں۔'' (۲۹)

قرآن پاک میں یہ تعلیم دی گئی ہے جو مسلمان ایک دفعہ جہاد کے موقع پر تساہل سے کام لے اور جہاد میں شریک نہ ہو تو خواہ وہ کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو مسلمان ان سے تمام تعلقات قطع کر لیں، جب تک وہ توبہ نہ کریں۔ حضرات صحابہ کرام کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع سے ایک دفعہ جنگ تبوک کے

موقع پر تساہل ہوگیا اورانہوں نے جہاد میں شرکت نہ کی۔ تینوں سچے مومن تھے اس سے پہلے اپنے اخلاص کا بارہا ثبوت دے چکے تھے۔ قربانیاں کر چکے تھے۔ آخر الذکر دواصحاب تو غزوہ بدر کے شرکاء میں سے تھے۔ جن کی صداقت ایمانی ہر شبہ سے بالاتر تھی اوراول الذکر بزرگ اگرچہ بدری نہ تھے لیکن بدر کے سوا ہر غزوہ میں نبی ﷺ کے ساتھ رہے۔ ان خدمات کے باوجود جو سستی اس نازک موقع پر ان سے ہوئی جب کہ تمام قابل جنگ اہل ایمان کو جنگ کے لئے نکل آنے کا حکم دیا گیا تھا، ان پر گرفت کی گئی اور نبی ﷺ نے تبوک سے واپس تشریف لاکر مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ کوئی ان سے کلام نہ کرے۔ ۴۰ دن کے بعد ان کی بیویوں کو بھی ان سے الگ رہنے کی تاکید کردی گئی۔ (۳۰)

ان تینوں شخصوں کے بارے میں جو پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور اپنی جان سے تنگ آ گئے اور سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر اللہ ان کی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

جہاد (بشکل قتال) کی فرضیت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۳۱)

”فرض ہوئی تم پرلڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید کہ بری لگے تم کو ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے“۔

اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضیلت کو اس طرح واضح کر دیا کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں ان کے لیے جنت ہے۔

کون سا دین ہے جو دوسرے دین کی شرکت قبول کرتا ہو ہر دین کی طرح یہ دین بھی یہی کہتا ہے کہ اقتدار خالصاً ومخلصاً میرا ہونا چاہیے اور دوسرا دین میرے مقابلے میں مغلوب ہونا چاہیے یہی بات ہے جس کو قرآن بار بار دہراتا ہے۔

﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ﴾ (۳۲)

’’اورلڑتے رہوان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا‘‘۔

اگر غور کیا جائے تو ہماری دُنیا ازل سے خیر وشر کا مسکن رہی ہے اور ابد تک یہ کشمکش جاری رہے گی۔ یہاں بھلائی کی روحانی قوتیں اور برائی کی شیطانی طاقتیں بھی ہیں جن سے مسلسل آویزش جاری ہے۔ دُنیا دارالعمل ہے یہاں بھلائی و برائی نبردآزماء ہیں ہرایک کو کام کرنے کی پوری آزادی ہے نتیجۃً دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے مسلسل زور لگاتی رہتی ہیں۔ طاغوت اور باطل حق وصداقت کی راہ روکتا ہے جس سے یہ امر فطری ہو جاتا ہے کہ اسلام ان رکاوٹوں کو دُور کر کے اپنی راہ نکالے تا کہ حق کا بول بالا ہو محض خدا کی خوشنودی اور رضا کے لیے دین کی اشاعت، حق کا بول بالا اور صداقت کی معاونت کی جائے اور اخلاقی حدود کی پابندی کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے اسے ہی قرآن مجید میں جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیا گیا ہے۔

قرآن اور جہاد کی اقسام

ا) جہاد بالنفس

ہر انسان کے اندر ایک سرکش نفس موجود ہے جو اسے نیکیوں سے روکتا ہے اور برائیوں کے لیے ابھارتا ہے اسلام چاہتا ہے کہ اس کو قابو میں رکھا جائے اس طرح ہر انسان کے اندر ایک جنگ لگی رہتی ہے جو اس کی نفسانی خواہشات اور روحانی قوت کے درمیان ہوتی ہے۔ اس جنگ میں جو طاقت بھی غالب آ جائے انسان اسی کا تابع ہو جاتا ہے اور اگر وہ انسانی خواہشوں کا اسیر ہو جائے پھر وہ نہ اچھا انسان بن سکتا ہے اور نہ اچھا مسلمان۔ اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی منفی آرزوؤں اور نفسانی خواہشوں کے خلاف جہاد کے عالم میں رہے اس سلسلے میں ایک روایت ہے جس کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے''۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جب تک اپنی برائیوں کو ختم نہیں کر لیتا اس وقت تک نہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے اچھا فرد بن سکتا ہے اور نہ معاشرے کا اچھا شہری۔ اس لیے سب سے پہلے جہاد اپنی کمزوریوں، اپنی خواہشات اور اپنی برائیوں اور گناہوں کے خلاف کرنا چاہیے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (۹)وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا○﴾ (۳۳)

''اور قسم جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اس کو ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی تحقیق

مراد کو پہنچا جس نے اُس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا''

اس میں ''ما'' کو مصدر یہ لیا جائے تو معنی یہ ہیں کہ قسم ہے انسان جان کی اور اس کے درست و متناسب کرنے کی اور اگر ''ما'' کو بمعنی ''من'' لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ قسم ہے نفس کی اور اس کے برابر و درست کرنے والے کی۔

الہام کے معنی دل میں ڈالنا، فجور کے معنی کھلا گناہ اور تقویٰ کا مفہوم معروف و مشہور ہے۔ ''ونفس و ما سوھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو الہام بنایا پھر اس کے دل میں فجور اور تقویٰ دونوں کو الہام کر دیا۔ مراد یہ ہے کہ نفس انسانی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے گناہ اور طاغوت دونوں کے مادے اور استعداد رکھ دی ہے پھر انسان کو ایک خاص قسم کا اختیار اور قدرت دے دی کہ وہ اپنے قصد اور اختیار سے گناہ کی راہ اختیار کرے یا اطاعت کی جب وہ اپنے قصد و اختیار سے ان میں سے کوئی راہ اختیار کرتا ہے تو اسی قصد و اختیار پر اس کو ثواب ملتا ہے اس تفسیر سے وہ شبہ رفع ہو جاتا ہے کہ گناہ اور طاعت جب خود انسان کی تخلیق میں رکھ دی گئی تو وہ اس کے کرنے پر مجبور ہوا ایسی صورت میں وہ نہ کسی ثواب کا مستحق ہے نہ عذاب کا اور یہ تفسیر ایک حدیث مرفوع سے مستفاد ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کی روایت سے آئی ہے کہ بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے مسئلہ تقدیر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس آیت سے مسئلہ تقدیر کے شبہ کا جواب اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ الہام کے فجور و تقویٰ سے مراد یہ لیا جائے کہ دونوں کے مادے اور استعداد یں اللہ نے نفس انسانی کے اندر رکھ دیئے ہیں مگر اس میں سے کسی ایک پر مجبور محض نہیں کیا بلکہ اس کو قدرت و اختیار دیا کہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کر سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خدا جب یہ آیت تلاوت فرماتے تو بلند آواز سے یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

''یا اللہ میرے نفس کو تقویٰ کی توفیق عطا فرما آپ ہی میرے نفس کے ولی اور مربی ہیں''۔

بامراد ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا تزکیہ کے اصلی معنی باطنی پاکی کے ہیں اور محروم ہوا وہ

شخص جس نے اپنے نفس کو گناہوں کے دلدل میں دھنسا دیا(۳۴)

۲) جہاد بالعلم

جہالت بہت بڑی برائی اور گمراہی ہے ،جہالت تاریکی ہے، جہالت فتنہ وفساد کی جڑ ہے اس لیے اس کے خلاف بھی جہاد ضروری ہے اور یہ جہاد علم حاصل کر کے اور علم پھیلا کر کیا جا سکتا ہے

انسان کا دل شکوک وشبہات کا مرکز ہے زور وجبر کے ساتھ ان کو دور نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور دلیل بغیر عقل کے نہیں ہوتی اور عقل کے لیے علم ضروری ہے

اسلام نے لوگوں کے دلوں کا زنگ علم کی روشنی سے دور کیا ان کے شکوک کو علم اور حکمت کی تلوار سے دُور کیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (۳۵)

''سوتو کہنا مت مان منکروں کا اور مقابلہ کر اُن کا اس کے ساتھ بڑے زور سے''۔

۳) مالی جہاد

مال کی محبت انسان کی فطرت میں ہے۔ وہ اسے سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے۔ وہ امیر سے امیر تر ہونا چاہتا ہے اس لیے اس کے حصول کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا ۔اسلام انسان کو کسب دولت سے منع نہیں کرتا مگر اس کے حصول کے ناجائز طریقوں سے روکتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی فاضل دولت ایسے لوگوں پر خرچ ہو جو اس سے محروم ہیں۔

مال خرچ کرنے کا ایک راستہ حق کی بلندی اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف لڑائی کے لیے ہتھیار فراہم

کر کے یا اسلامی لشکر کی مالی مدد کرنے کا بھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جس نے اللہ کی راہ میں اپنا مال بھیج دیا اور خود گھر بیٹھا رہا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم اجر ملے گا لیکن جو خود اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلا اور اس میں اپنا مال خرچ کیا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ملیں گے‘‘۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۝ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۝ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (۳۶)

’’مثال اُن لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اُگیں سات بالیں ہر بالی میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے‘‘۔

ابو اسامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تمام صدقات سے افضل صدقہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں سایہ کے لیے سائبان لگا دینا یا اللہ کی راہ میں خدمتگار مہیا کر دینا یا اللہ کی راہ میں نوجوان اونٹنی فراہم کرنا‘‘۔

اس حدیث میں مالی جہاد کی مختلف شکلیں بیان کی گئی ہیں یعنی اسلامی جنگوں کی صورت میں لشکروں کی مدد کے لیے خیمے فراہم کرنا یا کسی شخص کی خدمات خرید کر اسے بطور سپاہی جہاد پر بھیجنا یا اہل لشکر کے لیے سواری وغیرہ فراہم کرنا، اسی طرح نقد رقم فراہم کرنا اور آلات جنگ وغیرہ فراہم کرنا بھی شامل ہیں یا ہو سکتے ہیں قرآن مجید،

میں مالی جہاد کے بارے میں کئی آیات آتی ہیں مثلاً:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (۳۷)

''جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں''۔

قرآن میں جہاں کہیں جہاد کا حکم ہوا اس کے ساتھ ساتھ مالی جہاد کا بھی اکثر ذکر آیا ہے۔ بلکہ ہر جگہ جان کے جہاد سے پہلے مال کے جہاد کا بیان ہے، ارشاد ہوا:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۳۸)

''نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے''۔

بلکہ ہر جگہ جان کے جہاد سے پہلے مال کے جہاد کا بیان ہے ارشاد ہوا:

﴿وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۳۹)

''اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجرِ عظیم میں''۔

ان آیات سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ مالی قربانی کو پہلے رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مالی شرکت بہرحال جانی قربانی کی نسبت آسان ہے نیز یہ کہ جانی جہاد کی ضرورت ہر وقت نہیں پڑتی جب کہ مالی جہاد کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے پھر یہ کہ مال دولت انسان کی کمزور ہے اسی لیے اس کو پہلے رکھا گیا ہے۔

۴) لسانی جہاد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ﴾ (۴۰)

''اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا''۔

جہاد پر ابھارنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مومنین کو جہاد کے فوائد بتائے جائیں ان کو اللہ کی مدد کی بشارت دی جائے، انہیں صبر و شکر کی تلقین کی جائے، انہیں شہادت کی اہمیت اور حقیقت سے آگاہ کیا جائے غرض کہ زبان کے ذریعے جہاد کے بارے میں جو بھی ممکن ہو اس کے تمام پہلو سامنے لا کر ان کے اندر جہاد کی روح پھونکی جائے۔

جہاد کی یہ قسم لسانی جہاد میں آتی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا:

''مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں سے، اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔

اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ زبان سے دُشمن کو ڈرایا جائے اسے مار ڈالنے، گرفتار کرنے کی دھمکی دی جائے اور جنگ کے بھیانک نتائج سے آگاہ کیا جائے، دُشمن کی رسوائی اور شکست کی اور مسلمانوں کی نصرت و فتح کی دُعائیں مانگی جائیں۔

۵) جہاد بالسیف

جسم و جان سے جہاد کرنا جہاد کی ان تمام قسموں کو شامل ہے جن میں کوئی نہ کوئی جسمانی مشقت ہو۔ اس

جہاد کی آخری حد یہ ہے کہ خطرات سے بے پرواہ ہو کر اپنی زندگی جو انسان کی سب سے زیادہ عزیز متاع ہے اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔ یہ انتہائی جذبہ ہے جس کی ایک مسلمان سے توقع کی جا سکتی ہے اس لیے حدیثِ نبوی ﷺ میں اسے دین کے کوہان کی چوٹی جہاد ''ذروۃ السنان'' سے تعبیر کیا ہے۔

پھر ایسے جانباز جان فروش بندے کا انعام یہ ہے کہ اس نے اپنی جس عزیز ترین متاع کو اللہ کی راہ میں قربان کیا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اُسے بخش دی جائے۔

یعنی حیاتِ فانی کے بدلے اُسے حیات ابدی عطا کی جائے۔

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۴۱)

''اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں جہاد بالسیف کی اس قدر فضیلتیں ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ رتبہ عالی ہے جس کی تمنا خود جناب رسالتمآب ﷺ کو تھی۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں پھر مجھے زندگی ملے پھر میں اس کو بھی قربان کر دوں پھر تیسری زندگی ملے تو میں اُسے بھی اللہ کی راہ میں نثار کر دوں'' (صحیح مسلم)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (۴۲)

''اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا''۔

یعنی جنگ کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تا کہ اللہ کا نام لینے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی راہ صاف ہو جائے۔فتنہ قرآن کا اصطلاحی لفظ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام کی پیروی کا حق نہ دیا جائے انہیں اپنے معبود کی بندگی سے روکا جائے ،ظاہر ہے یہ ایک ایسا ظلم ہے جس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔

فصل دوم

جہاد کی اہمیت و مقاصد

مکہ میں رسول ﷺ تقریباً ۱۳ سال تک اپنے دین کی دعوت دیتے رہے اور اس سلسلے میں آپ مشرکین کی طرف سے مختلف قسم کی تکالیف و مشکلات میں مبتلا کیے گئے ان میں بعض تکلیفیں تو بذاتِ خود آپ کو پہنچی تھیں اور بعض سے آپ کے اصحاب کو دوچار ہونا پڑا تھا۔

کفار بہت سے جھوٹے اتہامات و افترأت کے ذریعے سے لوگوں کو قرآن کے سننے اور دعوت اسلام کے قبول کرنے سے روکتے تھے چونکہ مکی مسلمان تھے اس لیے اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے ان کو مجبوراً مکہ چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔

خدا کی مرضی سے مدینہ کے عرب یعنی اوس وخزرج نے دعوت اسلام قبول کی اور رسول ﷺ نے ان سے اس بات پر بیعت لی کہ جن چیزوں سے وہ اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں ان سے آپ کی بھی حفاظت کریں گے۔ اس بیعت کے بعد جب کہ اہل مکہ نے آپ کی جان لینے پر پورا اتفاق کر لیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس وخزرج کی طرف ہجرت کی اور آپ کے مدینہ آنے لی ابتداء میں جہاد فرض ہوا بس بناء پر مسلمانوں کو جہاد کا اذن دیا گیا تھا۔قرآن مجید کے متعدد مواقع پر اس کو بیان کیا گیا ہے ۔اس کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔

۱) ظلم کے وقت مدافعت عن النفس (یعنی حفاظت دین)

۲) اگر دعوت اسلام میں کوئی اس طریقہ سے رکاوٹ پیدا کرے کہ جو شخص ایمان لائے اس کو طرح طرح کی تکالیف پہنچا کر ابتلاء و امتحان میں ڈالے تا کہ اس نے اپنے لیے جس عقیدہ کو پسند کیا ہے اُس سے پلٹ جائے یا جو شخص اسلام لانا چاہتا ہے اس کو اسلام سے روک دے یا کسی داعی اسلام کو تبلیغ دعوت سے باز رکھے تو ان صورتوں میں دعوت اسلام کی مدافعت وحفاظت کی جائے۔(۱)

جہاد کی فرضیت کی موجب آیات بہت زیادہ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (۲)

''اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا''۔

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (۳)

''نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں''

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ (۴)

''اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک اور بدلہ میں لا دے گا اور لوگ تمہارے سوا''۔

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○﴾ (۵)

''اے ایمان والوں میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو عذاب دردناک سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اس کے عذاب سے نجات کی صورت ہی یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا جائے اور جان و مال کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کیا جائے۔

یہ آیت دو وجوہ سے فرضیت جہاد کے معنی کو متضمن ہے ایک تو یہ کہ اللہ نے اُسے ایمان باللہ و بالرسول کی فرضیت کے ساتھ مقرون کر کے بیان کیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ نے یہ بتا دیا ہے کہ اس عذاب سے ایمان اور جہاد کے ذریعے نجات مل سکتی ہے۔

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ﴾ (٦)

"لڑو ان سے تا کہ عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے"۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (٧)

"لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت پر"۔

مقاصد جہاد

قرآن مجید نے جہاد (قتال) کے کئی مقاصد کا ذکر کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱) فتنے کا خاتمہ

جب تک دنیا کے کسی خطے میں کفار کے پاس وہ طاقت وشوکت موجود ہے کہ وہ اسلام کی وجہ سے کس کو فتنہ میں مبتلا کر سکتے ہوں، اگر کوئی ایمان لانا چاہتا ہو تو ان کی سزا اور تکلیف کے خوف سے ایمان لانے سے جھجکتا

ہو اور کوئی ایمان لے آئے تو اسے ان کے ظلم وتشدد کا نشانہ بننا پڑتا ہو اس وقت تک ان سے لڑنا فرض ہے کہ اسلام لانے کی راہ کی ہر رکاوٹ (فتنہ) ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَاعُدْوَانَ اِلَّاعَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۸)

''اورلڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ ہی کا پھر اگر وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر''۔

۲) غلبۂ اسلام

جب تک دُنیا میں اسلام غالب نہ ہو جائے اور ہر جگہ اللہ کا قانون نافذ نہ ہو جائے

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْافَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (۹)

''اورلڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے کام کو دیکھتا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔(۱۰)

۳) کمزوروں کی مدد

جب دُنیا کے کسی خطے میں کمزوروں پر ظلم ہو رہا ہو انہیں ظالم سے نجات دلانے تک لڑتے رہنا فرض ہے۔

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴾ (۱۱)

"اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار"۔

۴) مقتولین کا بدلہ

اگر کافر کسی مسلمان کو قتل کر دیں تو اس کا بدلہ لینا فرض ہے۔ ہاں اگر مسلمان کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا ہو تو دینی اخوت کی وجہ سے دیت بھی ہوسکتی ہے معافی بھی مگر کافر سے بدلہ لینا فرض ہے الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾ (۱۲)

"اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں"۔

۶ ہجری میں رسول ﷺ صرف عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ تشریف لائے۔ آپ کا ارادہ لڑنے کا نہیں تھا۔کفار نے آپ کو روک دیا تب بھی آپ نے لڑائی نہیں کی۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔مکہ والوں نے انہیں واپس نہ آنے دیا تو مسلمانوں نے سمجھا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں۔ رسول ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا اب ہم ان لوگوں سے لڑائی کیے بغیر نہیں جائیں گے اور آپ نے چودہ سو ساتھیوں سے لڑائی کی بیعت لی ۔کفار نے یہ سنا تو جناب عثمان کو واپس بھیج دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بیعت قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے لی گئی تھی اللہ نے اس بیعت پر اپنی رضا کا اعلان قرآن میں نازل فرمایا

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (۱۳)

"تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے"۔

۸ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر ازدی کو خط دے کر بصریٰ کے حاکم کی طرف بھیجا۔ راستے میں شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر کی طرف سے بلقاء شام کا گورنر تھا انہیں گرفتار کر کے شہید کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا لشکر تیار کیا اتنا بڑا لشکر اس سے پہلے غزوہ خندق کے علاوہ کبھی جمع نہیں ہوا تھا ۔ زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور انہیں حکم دیا گیا کہ جہاں حارث بن عمیر قتل کیے گئے ہیں وہاں جا کر انہیں اسلام کی دعوت دو اگر قبول کر لیں تو درست ورنہ اللہ سے مدد مانگ کر ان سے لڑو یہی وہ جنگ موتہ تھی جس میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار سے لڑے مسلمانوں کے یکے بعد دیگرے تین امیر شہید ہوئے پھر سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھالی اور اللہ نے فتح عطا فرمائی (الرحیق سوم) اس علاقے کے لوگوں کو مزید سبق سکھانے کے لیے رسول ﷺ نے اپنی وفات کے قریب زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند اسامہ کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا تھا جس کی تکمیل جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی ۔

۵) معاہدہ توڑنے کی سزا

اگر کوئی مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالے تو اس سے لڑنا فرض ہے

﴿ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴾ (۱۴)

''اور اگر وہ توڑیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگاویں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں تا کہ وہ باز آویں۔

اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والی قوم سے جنگ کرنے کی صورت میں مسلمانوں کو چھ بشارتیں بھی دی ہیں۔

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ (۱۵)

''لڑو ان سے تا کہ عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمانوں کے اور نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس کو چاہے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ۶ ہجری میں قریش مکہ سے دس سال کے لیے صلح کر لی تھی اور اس صلح میں ان کی ایسی کڑی شرطیں بھی قبول فرما لی تھیں جو مسلمانوں کو سخت ناگوار تھیں مگر 8 ہجری میں قریش نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے خلاف فوجی کارروائی میں حصہ لے کر معاہدہ صلح توڑ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار جانبازوں کے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کر دیا اور مکہ فتح کر لیا۔

مدینہ میں رہنے والے یہودی قبائل سے آپ نے امن و تعاون کا معاہدہ کیا تھا جب انہوں نے معاہدہ توڑا تو آپ نے بنوقینقاع اور بنونضیر کا محاصرہ کر کے انہیں جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ کے محاصرہ کے بعد ان کے بالغ مردوں کو قتل کروا دیا اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا۔

۶) دفاع کے لیے لڑنا

جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو دفاع کے لیے لڑنا ضروری ہے

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (۱۶)

’’اورلڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جولڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو‘‘۔

خندق کے موقع پر جب کفار مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو لڑائی میں شامل ہونے کا حکم دیا اور تبوک کے موقع پر جب دشمن کے حملہ آور ہونے کی خبر سنی تو نکلنے کے قابل تمام افراد کو سرزمین عرب سے باہر جا کر دُشمن کے مقابلے کا حکم دیا حالانکہ اس وقت حالات بھی نہایت سخت تھے۔

۷) مقبوضہ علاقہ چھڑوانا

اگر کفار مسلمانوں کی کسی جگہ پر قبضہ کرلیں تو انہیں وہاں سے نکالنا اور مسلمانوں کا قبضہ دوبارہ بحال کرنا فرض ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَ اقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَ اَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ﴾ (۱۷)

''اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا''۔

سورۃ بقرہ میں طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل کی جس جنگ کا ذکر ہے وہ بھی مسلمانوں کے علاقے واپس لینے کے لیے لڑی گئی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدوں کا قول نقل فرمایا ہے ۔

ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد نہایت کم ہونے کے باوجود ان کی خاص مدد فرمائی اور داؤد علیہ السلام نے کفار کے سپہ سالار جالوت کو قتل کر دیا اور کفار کو شکست ہوئی مکہ کی فتح میں کفار کے معاہدہ توڑنے کے ساتھ یہ بات بھی شامل تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کو سرزمین مکہ سے نکالا تھا ۔(۱۸)

باب اوّل

فصل اوّل

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، دار بیروت ۱۹۰۶ء

۲۔ ابونعیم، عبدالحکیم، نشتر جالندھری، قائد اللغات، ص 350، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، س۔ن

۳۔ سید سلیمان ندوی، ص 404، ''سیرت النبی''، مطبع معارف اعظم گڑھ 1952ء

۴۔ جبران مسعود، ''الرائد''، ص 530، مطبع بیروت 1964

۵۔ سورۃ التوبۃ 79:9

۶۔ سورۃ النور 53:24

۷۔ اصفہانی، راغب، مفردات القرآن، ص193، المکتبہ القاسمیہ، لاہور، 1963

۸۔ الحاج مولوی فیروز الدین، ''فیروز اللغات''، ص 448، 1967، لاہور

۹۔ Encyclopedia Britanica, Vol 13, P. 68

۱۰۔ مولانا ادریس احمد کاندھلوی، ''سیرت مصطفیٰ'' 13/2، مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور

۱۱۔ سورۃ الحج 78:22

۱۲۔ سورۃ التوبہ 41:9

۱۳۔ اصفہانی، راغب، ''مفردات القرآن''، ص 193، المکتبۃ القاسمیہ، لاہور 1963

۱۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی حجر عسقلانی شافعی متوفی فتح الباری 3/6، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ

۱۵۔ ولی الدین، محمد بن عبد اللہ، الخطیب ''مشکوۃ المصابیح'' (ترجمہ مولانا عبد العلیم علوی)، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن

۱۶۔ ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد، ''شرح فتح القدیر 277/4، مصر، مطبع مصطفیٰ، قاہرہ 1356ھ

۱۷۔ سید سلیمان ندوی، دائرہ معارف اسلامیہ، ص 404 تا 405

۱۸۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ 690/2، اُردو ترجمہ لاہور 1984ء

۱۹۔ عنکبوت 69:29

۲۰۔ الفرقان 52:25

۲۱۔ لقمٰن 15:31

۲۲۔ انفال 72:8

۲۳۔ توبہ 20:9

۲۴ النساء 95:4

۲۵۔ قرآن کی روشنی میں از ڈاکٹر رضوان علی ندوی'' کراچی 2005

۲۶۔ الحج:78

۲۷۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل تفسیر ابن کثیر 495/3، مکتبہ العلمیہ 1948ء

۲۸۔ بقرہ:154:2

۲۹۔ عماد الدین اسماعیل، تفسیر ابن کثیر 11/1، مکتبہ العلمیہ، لاہور

۳۰۔ ابو الاعلیٰ مودودی، ''تفہیم القرآن'' 245/2، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن

۳۱۔ البقرہ:216:2

۳۲۔ انفال:39:8

۳۳۔ الشمس 7:91 تا 10

۳۴۔ مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن 756/8، ادارۃ المعارف کراچی، جون 1990ء

۳۵۔ سورۃ الفرقان:52:25

۳۶۔ بقرہ:261:2

۳۷۔ انفال 72:8

۳۸۔ توبہ 41:9

۳۹۔ النساء 95:4

۴۰۔ الانفال65:8

۴۱۔ البقرہ154:2

۴۲۔ الانفال39:8

فصل دوم

۱۔ تاریخ فقہ اسلامی ، محمد الخضری مرحوم کی تاریخ التشریع ترجمہ از عبد السلام ندوی ، مطبع معارف دار المصنفین ص 80-79 اشاعت 1393ء تا 1973ء

۲۔ الانفال39:8

۳۔ التوبہ 41:9

۴۔ التوبہ 39:9

۵۔ الصّف10,11:61

۶۔ التوبہ 14:9

۷۔ التوبہ 29:9 (احکام القرآن، ابوبکر احمد بن علی الرازی الحنفی ، مترجم عبدالقیوم) شریعہ اکیڈمی، 309/5 تا310، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۸۔ سورۃ البقرہ 193:2

۹۔ الانفال39:8

۱۰۔ بخاری ومسلم

۱۱۔ سورۃ النساء 75:4

۱۲۔ البقرۃ 178:2

۱۳۔ الفتح 18:48

۱۴۔ التوبہ 12:9

۱۵۔ التوبہ 14,15:9

۱۶۔ البقرہ 190:2

۱۷۔ البقرۃ 191:2

۱۸۔ افتہاء الجہاد 145/2 تا 151، تحریر وتحقیق میاں ایم وائی آصف مطبوعات ماہنامہ صدائے جہاں پبلیکیشنز لاہور، جولائی 2000ء

باب دوم

مجاہدہ کا قرآنی تصور

باب دوم

مجاہدہ کا قرآنی تصور

فصل اوّل

مجاہدہ کے لغوی معانی

خواہش، ہوس، حرص، طمع، لالچ، شہوت (۱)

خواہش نفسانی (۲)

خواہش، شہوت، حسد (۳)

مجاہدہ کا اصطلاحی مفہوم

اللہ کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرنا مجاہدہ ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے قول کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی اور فرمایا:

﴿وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ﴾(۴)

''اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بے شک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے''۔

حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''غور و فکر عبادت کی کنجی ہے اور درست کام کرنے کی نشانی یہ ہے کہ نفس اور خواہشات کی مخالفت کرے اور ان دونوں کی مخالفت ان کی خواہشات کو ترک کر دینے سے ہوتی ہے''۔

حدیث میں ہے:

''مجاہد وہ ہے جو اللہ عز و جل کے لیے اپنے نفس سے مجاہدہ کرے۔''

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اوّل تم جس جہاد سے انکار کرو گے وہ جہاد نفس ہوگا۔(۵)

''اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے نفس کو پاکیزگی پر قائم رکھنے کے لیے اطاعت الٰہی کے مطابق عبادت اور ذکر الٰہی کو جاری رکھنے کی کوشش کو مجاہدہ کہا جاتا ہے۔''

جب نفس یاد الٰہی سے غافل ہو تو اسے ذکر میں مشغول رکھنے کے لیے مجاہدہ ہی درکار ہے۔ قرآن و حدیث میں مجاہدہ نفس کی بہت تاکید آتی ہے۔

لیکن جب تو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے گا اور اسے مغلوب بھی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بعض ذرائع سے نفس کو تجھ پر دوبارہ غلبہ و اقتدار دے گا تاکہ تو پھر ریاضت و مجاہدہ کی طرف لوٹے اور اپنے نفس سے نبرد آزما ہو تاکہ تیرا عزم و ایمان پہلے سے زیادہ پختہ ہو اور آئندہ شیطان کے لیے تجھے گمراہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾(٦)

''اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں''۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کو پانے کی کوشش مجاہدہ ہے اور یہ جہاد غزوات سے افضل ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو پانے کی کوشش کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینا پڑتا ہے اور یہ قربانی عمر بھر کی قربانی ہوتی ہے۔ جو جان کی قربانی سے فضیلت میں بڑھ جاتی ہے مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴾(٧)

''اور پڑھے جا نام اپنے رب کا اور چھوٹ کر چلا اس کی طرف سے سب سے الگ ہو کر''۔

مجاہدہ کا ذریعہ کثرت ذکر ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو ہو جاتا ہے اس کی دنیوی خواہشات محدود ہو جاتی ہیں۔ اس کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور جس کے نفس کا تزکیہ ہو گیا اس نے اپنے رب کو پا لیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾(٨)

''سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں سے اور بندگی کیے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات''۔

موت تک کثرت عبادت سے مراد مجاہدہ ہے کیونکہ رب کو پانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے وہ کثرت عبادت ہے اور عبادت کی قبول ترین صورت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور سجدہ ہے لہذا جو شخص بھوک، پیاس، تکالیف، برداشت کر کے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن کرے وہی صاحب مجاہدہ ہے اور صاحب مجاہدہ ایک نہ ایک دن اپنے رب کو ضرور پا لیتا ہے۔ اسی کے متعلق مزید ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ○ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (۹)

''پھر جب تو فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا''۔

عبادت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ جب وقت ملے پھر میری عبادت میں مصروف ہو جاؤ کیونکہ عبادت ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اور عبادت کثرت مجاہدہ کے مترادف ہے۔

مجاہدہ نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱۰)

''اے ایمان والوں میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور لڑو اللہ کے راہ پر میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو''۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے''۔

جب نفس کی معرفت حاصل ہو گی تو جاننا چاہیے کہ اسے ریاضت و مجاہدے سے قابو میں لایا جا سکتا ہے مگر اس کی اصلیت اور حقیقت نابود نہیں کی جا سکتی اگر طالب اسے اچھی طرح پہچان لے تو وہ نفس کا حاکم بن جاتا ہے اور اُسے اس کی موجودگی سے کوئی خطرہ نہیں رہتا اس لیے کہ:

''نفس ایک بھونکنے والا کتا ہے اور سکھانے، سدھانے کے بعد کتا رکھنا مباح ہے''۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مجاہد وہ شخص ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا"۔

ایک دوسری جگہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضور اکرم ﷺ جہاد اکبر کیا چیز ہے؟ فرمایا اچھی طرح سن لو! جہادِ اکبر مجاہدہ نفس ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے نفس کے مجاہدے کو جہاد پر فضیلت دی اس کی وجہ یہ ہے کہ مجاہدہ نفس میں جہاد کی بہ نسبت زیادہ رنج و مشقت ہے خواہشات کی مخالفت اور نفس کا مغلوب کرنا بہت عظیم کارنامہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حصولِ مقصود کو پانے، قربِ حق حاصل کرنے، عافیت آخرت پانے اور معلوم ہونے کے باوجود طویل فاقے مسلسل روزے اور شب بیداری کے مجاہدے یہاں تک کہ حکم آیا

﴿ طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ﴾ (۱۱)

"طٰہٰ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضور اکرم ﷺ مسجد کی تعمیر کے دوران خود اینٹیں اٹھا رہے تھے میں نے دیکھا کہ آپ کو اس میں دقت ہو رہی ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اینٹیں مجھے دے دیں اور آپ کے حصے کی ساری اینٹیں میں اٹھاؤں گا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

"اے ابو ہریرہ تم دوسری اینٹیں اٹھاؤ عیش کا گھر تو آخرت ہے یہ دُنیا محنت و مشقت کی جگہ ہے"۔

حضرت حیان بن خارجہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ آپ جہاد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا

اپنے نفس سے مجاہدے کا آغاز کرو اور یہیں سے اپنی جنگ شروع کرو اگر تو لڑائی سے بھاگتا ہوا مارا گیا تو ریاکاری میں مارا گیا تو روزِ قیامت تیری بعثت بھی اسی طرح ہوگی اور اگر تم صبر وشکر کی حالت میں قتل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں صابر و شاکر اٹھائے گا۔

مجاہدہ اور جہاد کے لغوی معنی ہیں پوری محنت و مشقت کے ساتھ کوشش کرنا۔ اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے محنت و مشقت کے ساتھ ایسے اعمال اختیار کیے جائیں جن سے برے اخلاق دُور ہوں اور اچھے اخلاق حاصل ہوں چونکہ اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی برے اخلاق و کردار کے ازالے اور اچھے اخلاق و کردار کے حصول پر موقوف ہے اسی لیے مجاہدہ شرعاً مطلوب ہے اور اسی لیے اسلامی تصوف میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے

رسالہ قشیریہ میں باب توبہ کے بعد مجاہدے ہی کا باب ہے اس ترتیب کا اشارہ غالبًا اس طرف ہے کہ توبہ پر استقامت مجاہدے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ۔ امام قشیری رحمہ اللہ نے مجاہدے کے شرعاً مطلوب ہونے پر ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی ہے آیت سورۃ العنکبوت کی آخری آیت ہے :

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (۱۲)

"اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں

نے کفار سے محاربہ اور نفس کی مخالفت میں اپنی پوری قوت صرف کر دی ہو﴿فِينَا﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی مرضیات کے حصول ،اس کے دین کی نصرت و حمایت ،اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب میں مجاہدہ کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ''صوفی'' کفار سے محاربہ اور دین اللہ کی نصرت و حمایت کو اپنے مجاہدے سے خارج کر دے تو اس کا مجاہدہ ناقص ہوگا بلکہ بعض حالات میں اس کی کوششوں پر''مجاہدہ'' کا اطلاق ہی صحیح نہ ہوگا۔ بطور دلیل جو حدیث امام قشیری رحمہ اللہ نے پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ:

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ سے افضل جہاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا انصاف کا کلمہ جو ظالم اقتدار کے سامنے کہا جائے ،یہ سن کر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے''۔(۱۳)

امام قشیری رحمہ اللہ نے اصل اور بنیادی مجاہدے پر جو کچھ لکھا ہے ہم ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

''اچھی طرح جان لو کہ اصل مجاہدہ یہ ہے کہ نفس کو اس کی خواہشات سے محروم کر دیا جائے خواہشات نفس کے خلاف عمل کیا جائے۔نفس میں دو صفتیں ایسی ہیں جو اُسے خیر سے روک دیتی ہیں خواہشات وشہوت میں انہماک اور طاعات سے امتناع و انحراف لہذا جب وہ کسی ممنوع ومکروہ کے ارتکاب کے لیے سرکشی دکھائے گا تو اس کے منہ میں تقویٰ کی خاردار لگام ڈال دینی چاہیے اور جب وہ کسی عمل خیر کی طرف بڑھنے سے رکے تو اس کی خواہش کے خلاف ایڑ لگا کر اسے بڑھنے پر مجبور کرنا چاہیے اور اگر کبھی وہ اپنی بے قدری اور تذلیل کے احساس کی وجہ سے غضبناک ہو تو حسن خلق سے اُس کے غصے کی قوت کو توڑ دینا اور نرمی و ملاطفت سے اس کی آگ کو بجھا دینا چاہیے اور اگر کبھی وہ خود پسندی کی وجہ سے اپنے فضائل و مناقب ظاہر کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اس کی خواہش کو کچل دیا جائے اور اُسے بتایا جائے کہ وہ اپنی اصل کے لحاظ سے کس قدر حقیر اور اپنے افعال بد کی وجہ سے کس قدر ذلیل ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے حواس کو اپنے قابو میں رکھ یہی محاسبہ نفس ہے۔''

حضرت ابوالحسن سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے اللہ سے محبت کی وہ زندہ رہا اور جس نے دُنیا سے پیار رکھا وہ محروم رہا۔احمق انسان صبح وشام ذلت ورسوائی اور عقلمند آدمی اپنے محبوب کا متلاشی رہتا ہے''۔

۱) مجاہدہ نفس اور تعلیمات قرآن

مجاہدہ نفس ایسی کاوش ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کا ترک معاصی اور احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونا آسان ہوتا ہے۔مجاہدہ نفس کے فوائد وثمرات میں قرآن کی کئی آیات سے واضح اشارات ملتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى﴾ (۱۴)

''اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور روکا ہو اُس نے جی کو خواہش سے سو جنت ہی ہے اس کا ٹھکانا''

اور ارشاد ہوا

﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ﴾ (۱۵)

''پھر بھلا کیا جب تمہارے پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے''۔

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ م بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾

''اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بے شک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے''۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''میری امت پر سب سے خوفناک چیز خواہش کی پیروی ہے اور لمبی اُمیدیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوٰہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ﴾(۱۷)

''بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچا دیا اس کو اللہ نے جانتا بوجھتا''

افسوس ہے اس شخص پر جس نے اللہ کے سوا اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور رات دن اپنی تمام تر طاقتیں اس کی چاپلوسی میں خرچ کرتا ہے۔

قرآن اور مجاہدہ کی اقسام

یوں تو مجاہدہ کی کئی اقسام ہیں مگر اخلاق کریمانہ کے حصول میں قرآن و حدیث میں جن کو نمایاں اہمیت حاصل ہے وہ درج ذیل ہیں:

غضب وغصہ پر مجاہدہ

انسان کا زود رنج ہونا اور معمولی اور حقیر باتوں پر مشتعل ہو کر خارج از عقل ہو جانا بہت معیوب اور قابل

مذمت بات ہے۔ اس لیے غصہ کے مقابلہ میں مجاہدہ ضروری شے ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْكَٰظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ﴾(۱۸)

''غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں''

انقباض اور رنج و الم کے خلاف مجاہدہ

ہر وقت رنج و الم اور انقباض نفس سے زندگی کا صاف و شفاف آئینہ مکدر ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں اس قسم کے بہت سے نا اُمید اور غضب آلود انسان ہیں جو عالم کو اس نظر سے دیکھتے ہیں گویا اس سے بدترین کوئی چیز نہیں ہے اور اس کی لذتوں کا انجام مصیبتوں اور تکلیفوں کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

یہ عقیدہ اکثر ان لوگوں کا ہوتا ہے جن کی صحت خراب ہو یا ان کے اعصاب کمزور ہو گئے ہوں یا ان پر افلاس، فقر و فاقہ اور اس قسم کی دوسری مصیبتیں پے در پے پڑتی رہی ہوں ،اس وجہ سے دُنیا ان کی نظروں میں تاریک ہوگئی ہو۔

حقیقت حال یہ ہے کہ دُنیا مصیبتوں اور مسرتوں، رنج وخوشی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور اگر موجودہ نظم اجتماعی اور تربیت میں خرابی اور فساد نہ ہو تو بلاشبہ اگر تمام انصاف کے نہ سہی تو انسانوں کی بڑی اکثریت کی فلاح کے سامان اس میں مہیا ہیں۔ دراصل شادمانی اور مسرت اسباب خارجی کے بھروسہ پر حاصل نہیں ہوتی بلکہ اپنے نفس پر اعتماد کرنے سے ملتی ہے اور وحی الٰہی کی تعلیم بھی ہم کو یہی راہنمائی کرتی ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ط﴾(۱۹)

''اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ بدلیں جو ان کے جیوں میں ہے''۔

خواہشات نفسانی کے مقابلہ میں مجاہدہ

مجاہدہ کی یہ قسم بہت اہم ہے اس لیے کہ انسان جن برائیوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے بدترین شراب اور عورتوں کی طرف میلان ہے۔ یہ انسانی زندگی کے لیے تباہی ہے۔ اس کی روحانیت کی فنا کی موجب، اس کی آزادی کے زوال کا باعث اور اس کے مستقبل کی خرابی کا سبب ہے۔

ان سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان صحبت بد سے اجتناب کرے اور ایسے لوگوں کی صحبت کو ضروری سمجھے جن کی شخصیتیں بلند ہوں، ان کا کردار مضبوط ہو ان کی زبان مہذب ہو اور ان کی روح پاک ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''اپنے نفوس کو شہوتوں کی حکومت سے بچاؤ اس لیے ان کا عاجلانہ اثر ذلیل و رسوا کن ہے اور پائیدار اثر تباہ کن''۔ (۲۰)

اور ایک دانا حکیم کا قول ہے:

''شہوت ہوائے نفس کے محرکات میں سے ہے'' (۲۱)

مجاہدۂ فکر

انسان اپنے فکر کو یونہی نہ چھوڑ دے کہ جس وادی وصحرا اور جس میدان میں چاہے آوارہ گردی کرے کیونکہ فکر انسانی اگر برائیوں اور بدیوں کے گردوپیش چکر لگاتا پھرے گا تو وہ ایک دن ان میں ضرور گرفتار ہو کر رہے گا۔

اس فکری جہاد کے متعلق قرآن مجید نے بارہا توجہ دلائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہیں۔

﴿ يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُO ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O فَادْخُلِيْ فِيْ

عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ ﴾

''اے وہ جی جس نے چین پکڑلیا، پھر چلا اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر شامل ہو میرے بندوں اور داخل ہو میری بہشت میں'' (۲۲)

فصل دوم

مجاہدہ کی اہمیت

مجاہدہ بطریق عبادت

کتاب اللہ میں متعدد مقامات پر ریاضت و مجاہدہ کی اہمیت و ضرورت اور اس کی برکات کا تذکرہ ملتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (۱)

''اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴾ (۲)

''اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کیے ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴾(۳)

''جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے (خوش حال) خوش حالی ہے ان کے واسطے اور اچھا ٹھکانا''۔

قرآن میں ریاضت و مجاہدہ کی ترغیب اس کی برکات واضح کرنے کے ساتھ ساتھ وہ طریقے بھی بتائے گئے کہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی بے لگام خواہشات و رغبات کو لگام دیتے ہوئے انہیں اعتدال کی راہ پر گامزن کرسکتا ہے اور نہ صرف خود کو رحمت الٰہی کا مستحق ٹھہراتا ہے بلکہ بنی نوع انسان کی فلاح ونجات کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴾ (۴)

''البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات''۔

دوسری جگہ اسی حوالے سے اللہ فرماتا ہے:

﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴾ (۵)

''پھر جب تم فارغ ہو تو محنت کر اپنے رب کی طرف دل لگا''۔

مندرجہ بالا بحث سے ہم اس نتیجے میں پہنچے ہیں کہ مذاہب عالم کی تاریخ پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر مختلف زمانوں میں لوگوں نے مختلف قسم کے طریقے آزمائے اور اس جدوجہد میں کسی نے تو انسانیت کی تذلیل کر دی اور پیدائش انسان اور غور کائنات ہی کی نفی کر دی اور کسی نے محض اپنے اطمینان قلب کی خاطر بنی نوع انسان سے اپنا رشتہ کاٹ ڈالا اور کچھ نے اپنے ہوائے نفس کو بالکل ہی بے لگام گھوڑے کی طرح چھوڑ دیا۔ ان سب چیزوں کے پس منظر میں اسلامی تعلیمات سے یہ چیز نمایاں ہوتی ہے اسلام

نہ تو یہ چاہتا ہے کہ اللہ کو بھول جائیں اور ہر وقت اپنے نفس کے غلام بنے رہیں بلکہ اسلام کا پیغام ان دونوں کے درمیان ہے۔

مجاہدہ بطریق عبادت

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت لوگ گھاٹا اٹھاتے ہیں صحت اور فراغت (٦)

اس حدیث میں صحت و فراغت کو سرمایہ حیات سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح وہ تاجر سخت احمق اور گھاٹا اٹھانے والا ہے جو نفع کمانے کا بہترین موقع ملنے کے باوجود اپنے سرمائے کو تجوری میں بند رکھتا ہے اور اسے تجارت میں نہیں لگاتا۔ اسی طرح وہ لوگ بے بیوقوف اور نقصان اٹھانے والے ہیں جو صحت و فراغت کے باوجود خدا کی بندگی میں سرگرمی نہیں دکھاتے اور آخرت کا اجر و ثواب حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صحت و فراغت ہوتے ہوئے عمل خیر نہ کرنے کے لیے آخر کون سا عذر باقی رہتا ہے۔ صحت کی قدر بیماری میں معلوم ہوتی ہے اور فراغت کی قدر مشغولیت میں۔

بیماری اور مشغولیت میں مومن نیکی کے بہت سے کام کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا اور پچھتا تا ہے کہ اس نے صحت اور فراغت کی قدر کیوں نہ کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں رات کو بیدار رہتے اہلخانہ کو بھی جگاتے، خوب کوشش فرماتے اور عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے (٧)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رات گذارتا اور آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات لاتا ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے مانگو میں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی خواہش ہے؟ میں نے عرض کیا صرف یہی خواہش ہے آپ نے فرمایا کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کرو (٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں اہلخانہ، مال اور اعمال، دو چیزیں یعنی اہلخانہ اور مال واپس آ جاتے ہیں صرف عمل باقی رہتا ہے (۹)

حضرت عبد اللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بہترین انسان وہ ہے جس کو طویل عمر عطا کر دی گئی اور اس نے اچھے اعمال کیے۔'' (۱۰)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''مجاہد وہ ہے جس نے راہِ حق میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔'' (۱۱)

ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

''ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہادِ اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجاہدہ نفس ہے۔'' (۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (عبادت کے لیے) رات کو کھڑے رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہو جاتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں سب کے گناہ معاف کر دیئے آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکرگذار بندہ بننا پسند نہ کروں ۔ (۱۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ:

''کثرتِ سجود اختیار کرو کیونکہ اللہ کے لیے جو سجدہ بھی کرو گے وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تم سے ایک خطاء دور کرے گا۔ (۱۴)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری سے روایت ہے کہ جب آیتِ صدقہ اتری ہم اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ کیا کچھ لوگوں نے کہا یہ ریاکار ہے ایک دوسرا آدمی آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا اس پر انہوں نے کہا اللہ تو ایک صاع سے بے نیاز ہے چنانچہ آیت نازل ہوئی ﴿الذین یلمزون﴾ وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو جو دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو صرف اپنی محنت پاتے ہیں (۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ جب میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف معمولی چال سے چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (۱۶)

اس حدیثِ قدسی میں تمثیل کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے ایک بالشت بڑھنا، ایک ہاتھ بڑھنا اور معمولی چال سے چل کر جانا اس مجاہدے کو ظاہر کرتا ہے جو بندہ اپنے مالک سے تقریب حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔ ایک بالشت کے جواب میں ایک ہاتھ بڑھنا اور ایک ہاتھ کے جواب میں دو ہاتھ بڑھنا اور معمولی رفتار کے جواب میں دوڑ کر آنا اللہ تعالیٰ کے اس بے نہایت کرم کو ظاہر کرتا ہے جو وہ اپنے مجاہد بندے پر کرتا ہے اس حدیث میں بھی تقرب الٰہی کے لیے مجاہدے کی ترغیب وتشویق موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''دوزخ شہوات سے اور جنت مکارہ سے ڈھانک دی گئی ہے۔''شہوات'' شہوت کی جمع ہے اس سے مراد وہ نفسانی خواہشات ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے اور''مکارہ'' مکروہ کی جمع ہے۔ مکروہ پر مشقت اور ناگوار شے کو کہتے ہیں۔ مکارہ سے مراد یہاں وہ مشقت بھرے اعمال ہیں جو نفس پر شاق اور اُسے ناگوار ہوتے ہیں لیکن وہی حصولِ جنت کے ذرائع بھی

ہیں۔''

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان اور دوزخ کے درمیان نفسانی خواہشات کو پردہ بنا دیا گیا ہے اگر انسان اس پردے کو اٹھا دے یعنی ممنوعات کا ارتکاب کرنے لگے تو وہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا اسی طرح انسان اور جنت کے درمیان پر مشقت اعمال خیر پردہ بنا دیئے گئے ہیں اگر یہ پردہ اٹھا دے یعنی ان اعمال خیر کی تعمیل شروع کر دے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا یہ حدیث اپنے ظاہری الفاظ ہی سے حصولِ جنت کے لیے مجاہدے کو ضروری قرار دے رہی ہے۔

باب دوم

فصل اوّل

۱۔ وارث سرہندی، ''القاموس''، 1067، اُردو سائنس بورڈ

۲۔ فیروز الدین، فیروز اللغات''، ص 1188، فیروز سنز لاہور

۳۔ خواجہ عبد الحمید، ''جامع اللغات''، ص 1967، اُردو سائنس بورڈ

۴۔ سورۃ یوسف 53:12

۵۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب فضائل الجہاد، ناشر ضیاء احسان پبلشرز، نعمانی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور

۶۔ سورۃ عنکبوت 69:29

۷۔ سورۃ مزمل 8:73

۸۔ سورۃ حجر 98,99:15

۹۔ سورۃ الانشراح 7,8:94

۱۰۔ سورۃ صف 10,11:61

۱۱۔ سورۃ طٰہٰ 2:20

۱۲۔ سورۃ العنکبوت 69:29

۱۳۔ القشیری، ابی القاسم، الرسالۃ القشیریۃ، المحمد المرکزی الابحاث الاسلامیہ پاکستان

۱۴۔ سورۃ النزعٰت 40,41:79

۱۵۔ سورۃ البقرۃ 87:2

۱۶۔ سورۃ یوسف 53:12

۱۷۔ سورۃ الجاثیہ 23:45

۱۸۔ سورۃ آل عمران 134:3

۱۹۔ سورۃ رعد 11:13

۲۰۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اخلاق وفلسفہ اخلاق، ص 460-419، ندوۃ المصنفین دہلی 1359ھ

۲۱۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اخلاق وفلسفہ اخلاق، ص 420، ندوۃ المصنفین دہلی 1359ھ۔

۲۲۔ سورۃ الفجر 27-30:89

فصل دوم

۱۔ سورۃ عنکبوت 69:29

۲۔ سورۃ عنکبوت 9:29

۳۔ سورۃ رعد 29:13

۴۔ سورۃ المزمل 6:73

۵۔ سورۃ الانشراح 7,8:94

۶۔ صحیح بخاری

۷۔ صحیح مسلم

۸۔ صحیح مسلم

۹۔ صحیح مسلم

۱۰۔ ترمذی

۱۱۔ کشف المحجوب

۱۲۔ علی بن عثمان، ہجویری، کشف المحجوب''، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 1983ء

۱۳۔ صحیح بخاری

۱۴۔ صحیح مسلم

۱۵۔ صحیح بخاری

۱۶۔ صحیح بخاری

باب سوم

اجتہاد کا قرآنی تصور

باب سوم

اجتہاد کا قرآنی تصور

فصل اول

۱) اجتہاد کا لغوی معنی ومفہوم

لفظ اجتہاد ''جہد'' سے نکلا ہے۔جس کے معنی مشقت کے ہیں ۔ اجتہاد کے معنی ہیں انتہائی کوشش کرنا۔

المنجد میں ہے کہ

" جهد فى الامر"

''بہت کوشش کرنا''

" اجتهد فى الامر"

''کسی امر میں کوشش کرنا اور پوری طاقت خرچ کر دینا۔''

جامع اللغات میں ہے کہ

''ماہر فن کا کسی معاملے میں حکم لگانا یا فیصلہ کرنا۔''(۱)

بقول امام راغب اصفہانی

''الجھد کے معنی طاقت اور مشقت کے ہیں ۔ اور الجھد (بضم الجیم) بمعنی وسعت کے ہیں۔ الاجتہاد (باب افتعال) کے معنی کسی کام کے لئے پوری طاقت صرف کرنے اور مشقت اٹھانے کے ہیں۔'' (۲)

اجتہاد کے معنی کسی بات کی تحقیق میں انتہائی جدوجہد کرنا ۔ کلام عرب میں یہ لفظ اسی جدوجہد میں استعمال ہوتا ہے۔ جس میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑے ۔ چنانچہ'' اجتھد فی حمل الرّحا '' چکی کا پاٹ اٹھانے میں اس نے جدوجہد کی'' کہنا صحیح نہیں ۔ (۳)

یہ سوال کہ اجتہاد میں کس قدر محنت وجدوجہد درکار ہے۔ اس کی تشریح درج ذیل بیان سے ہے۔

"بزل تمام الطاقة بحيث يحس من نفسه العجز عن المزيد عليه" (۴)

'' اپنی طاقت بھر اس انداز سے محنت کرنا کہ اس سے زیادہ میں اپنے آپ کو مجبور اور بے بس محسوس کرے۔''

حنیف ندوی لکھتے ہیں۔

''لغۃ'' اس کا تعلق جھد سے ہے ، جس کے ایک معنی مشقت کے ہوتے ہیں ۔ اس لحاظ سے اجتہاد کا مطلب ہوا ایسی سعی وکوشش جو فی نفسہ اگرچہ مشقت کی حامل ہو تاہم اس کے ذریعے فکر وعمل کی مشقت سے نکلنا ممکن ہوجائے ۔ اصطلاح میں کسی حکم شرعی کو معلوم کرنے کے لئے فکر واستنباط کی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا نام ہے۔ (۵)

المختصر اجتہاد لغوی معنوں میں باب افتعال کے وزن پر عربی لفظ جھد سے مشتق ہے ۔ جس کے معنی کوشش کرنا ہیں۔ جھد جب عربی زبان کے باب افتعال کے وزن پر آتا ہے تو اس کے اصلی معانی کے ساتھ چند ایسے مفہوم بھی شامل ہوجاتے ہیں جو باب افتعال کی خصوصیات ہوتے ہیں جیسے اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے وزن پر آنے والا لفظ اپنے فعل کی مطابقت میں ہوتا ہے ۔ لہٰذا اجتہاد اس کوشش کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت کی

مطابقت میں ہو بھی اس باب میں طلب کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے ۔ اس لئے اجتہاد کسی چیز کی تلاش کے لئے کی جانے والی کوشش ہوتی ہے۔ عطا کے معنی اس میں نہیں ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کے لغوی معنی میں ایک تو اس کے اصلی معنی ہیں جو لفظ جہد سے نکلتے ہیں ۔ دوسرے معانی باب افتعال میں آنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

۲) اجتہاد ...... اصطلاحی معنی ومفہوم

اسلامی قانون کے ماہرین نے اجتہاد کی جو فقہی تعریف کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے ۔

'' اجتہاد کسی مجتہد اور فقیہ کی اس عملی تحقیق وکاوش اور پوری علمی قوت صرف کرنے کو کہتے ہیں جو غیر منصوص مسائل کے احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے کی جائے۔ (۶)

ائمہ مجتہدین نے اجتہاد کی تعریف یوں کی ہے۔

'' شرعی احکام کی معرفت حاصل کرنے یا جزئیات پر ان کو منطبق کرنے میں خالی الذہن ہو کر غور وفکر کی انتہائی طاقت صرف کرنا۔'' (۷)

علامہ آمدی کے مطابق

'' شرعی احکام میں کسی مسئلہ پر یقینی علم کے حصول کے لئے اتنا غور وفکر کرنا کہ مزید کوشش کے لئے انسان خود کو عاجز پائے۔'' (۸)

علامہ شاطبی فرماتے ہیں ۔

'' اجتہاد نام ہے شرعی احکام معلوم کرنے اور ان کو حالات پر تطبیق دینے کے لئے انتہائی کوشش کرنے کا۔'' (۹)

امام بیضاوی اجتہاد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''شرعی احکام کے ادراک فہم کے لئے بھرپور کوشش کرنا۔'' (۱۰)

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ

'' حاکم کا کسی فقیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا اجتہاد ہے۔'' (۱۱)

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ

'' حاکم کا کسی فقیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا اجتہاد ہے۔ کتاب اور سنت کی طرف مراجعت کے بغیر ذاتی رائے کو اجتہاد نہیں کہتے۔'' (۱۲)

امام غزالی لکھتے ہیں کہ

'' احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لئے مجتہد کے انتہائی کوشش صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور اجتہاد نام ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں اس قدر کوشش کرے کہ مزید تجسس کرنے سے اس کا نفس عاجز آ جائے۔'' (۱۳)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام رازی نے کہا کہ

'' فقہا کے نزدیک ان چیزوں میں نظر وفکر میں کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں جن چیزوں پر غور وفکر کرنے سے ملامت نہیں ہوتی۔'' (۱۴)

علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں کہ

'' کتاب وسنت پر قیاس کر کے کسی حکم کے حصول میں پوری کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔'' (۱۵)

بقول شاہ ولی اللہؒ

'' اجتہاد کی حقیقت جو کچھ علماء کے کلام سے سمجھی گئی ہے، یہ ہے کہ شریعت کے فروعی احکام کو اس کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے کے لئے پوری کوشش صرف کردینا، جن دلائل تفصیلیہ کا مرجع کل چار چیزیں ہیں، کتاب وسنت، اجماع، قیاس۔'' (۱۶)

مولانا مودودی اجتہاد کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ

'' اس کے معنی ہی کسی کام کی انجام دہی میں انتہائی کوشش کرنا مگر اصطلاحاً اس سے مراد ہے۔

یہ معلوم کرنے کی انتہائی کوشش کہ ایک مسئلہ زیر بحث میں اسلام کا حکم اوراس کا منشاء کیا ہے۔ (۱۷)

ڈاکٹر صبحی محمصانی لکھتے ہیں۔

'' اجتہاد، اصطلاح شرح میں اس امکانی کوشش کے صرف کرنے کا نام ہے جو دلائل شرعیہ کے ذریعے استنباط احکام کے لئے کی جائے۔''

چونکہ شرح اسلامی شریعت الٰہیہ ہے جو مشہوراورمقررہ اصول سے ماخوذ ہے خواہ وہ اصول منقول ہوں، جیسے کتاب اللہ اورسنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یا عقلی ہوں جیسے اجماع اورقیاس، استحسان وغیرہ۔ پس انہی دلائل شرعیہ سے استخراج احکام کا نام اجتہاد ہے۔'' (۱۸)

اجتہاد کے لغوی معنی کسی بات کی تحقیق میں انتہائی جدوجہد کرنا، کلام عرب میں یہ لفظ اسی جدوجہد میں استعمال ہوتا ہے جس میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑے، چنانچہ

اجتهد فی حمل الرحا

چکی کا پاٹ اٹھانے میں اس نے جدوجہد کی کہنا صحیح نہیں ہے۔

ائمہ مجتہدین نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے۔

" هواستفراغ الجهد وبذل غاية الوسع اما فى درك الاحكام الشرعية واما فى تطبيقها " (۱۹)

'' شرعی احکام کی معرفت حاصل کرنے یا جزئیات پر ان کو منطبق کرنے میں خالی الذہن ہوکر غوروفکر کی انتہائی طاقت صرف کرنا۔''

جو مسائل موجودنہیں ان کا حل دریافت کرنا۔

جو مسائل موجود ہیں ان کا موقع ومحل متعین کرنا۔

اجتہاد کی دوقسمیں تام وناقص کی گئی ہیں۔

" فالنا قص هوالنظر المطلق فى تعريف الحكم و تختلف مراتبه بحسب الاحوال والتام هواستفراغ القوة النظرية حتى يحس الناظر من نفسه عن مزيد طلب " (۲۰)

'' ناقص وہ ہے جس میں حکم کی شناخت میں مطلقاً غورفکر کیا جائے۔موقع ومحل کے لحاظ سے غورفکر میں کمی بیشی کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔تام وہ ہے جس میں غوروفکر کی انتہائی طاقت صرف کی جائے کہ اس سے زیادہ میں مجتہد اپنے کو عاجز محسوس کرے۔''

" من الفقيه احتراز من بذل الطاقة من غيره فى ذلك فانه ليس باجتهاد اصطلاحى " (۲۱)

'' اجتہاد کی تعریف میں فقیہ کی قید سے غیرفقیہ کی محنت وجدجہد سے احتراز مقصود ہے کیونکہ اجتہاد اصطلاحی میں اس کا شمار نہ ہوگا۔

فقیہ ہر عالم ومفتی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے خاص نظر وصلاحیت درکار ہے۔ فقیہ وہ عالم ہے جو احکام کا تجزیہ کرتا ہے ان کے حقائق کی تفتیش کرتا ہے اور ان کے مشکل امور کو واضح کرتا ہے۔ (۲۲)

اجتہاد کے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے سوال کیا کہ جب کوئی فیصلہ (مقدمہ) تمہارے پاس آئے گا تو کیا کروگے؟ جواب دیا کہ اللہ کی کتاب میں جو کچھ ہے اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا! اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہوتو؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا! اگر رسول اللہ کی سنت میں نہ ہوتو؟ کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا۔ یہ سن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور (اظہار خوشی کے لئے) میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول (صلی علیہ وسلم) کو پسندیدہ ہے۔'' (۲۳)

اس حدیث پر بعض لوگوں نے ''سند'' کے لحاظ سے تنقید کی ہے جس کا جواب ابن قیم وابن عربی وغیرہ نے دیا ہے۔ (۲۴)

اگر روایتی معیار سے اس کو ضعیف تسلیم بھی کرلیا جائے تو درایتی معیار سے اس کا ضعف باقی نہیں رہتا، قرآن کی مذکورہ آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، مثلاً

حاکم نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا تو ایک اجر ملتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔

قاضی نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اس کو دس گنا اجر ملتا ہے اور اگر غلط فیصلہ کیا تو دوگنا اجر ملتا ہے۔

اجتہاد قرآن وحدیث کے بعد اسلامی قانون کا سرچشمہ ہے۔ نموپذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرے کی رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے اور ہدایت الٰہی کی تکمیل کا اہم باب ہے۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس اس کا دروازہ کھولا اور بے شمار مواقع پر اجتہاد کر کے اس کے نشیب وفراز سے واقف کرادیا، تاکہ بعد کے لوگوں کے لئے اور باتوں کی طرح اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نمونہ ثابت ہو۔

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۲۷)

"جس کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو منع کریں اس سے باز آجاؤ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو سمجھنے کے لئے طبیب حاذق کے کام میں غور کرنے کی ضرورت ہے جس کی نظر مرض کی قوت، اس کی نوعیت، مریض کی عمر، جائے رہائش اور موسم نیز دوا وغذا کی قوت، ان کی خاصیت واثر اور پرہیز وعلاج سے متعلق تمام باتوں پر ہوتی ہے۔ اور پھر ان کے لحاظ سے وہ بہت سی ان باتوں کی خبر دیتا ہے جن کو لوگ نہیں جانتے، ان باریکیوں کا احاطہ کرتا ہے۔ جن سے وہ لاعلم ہوتے ہیں۔ کبھی وہ امور محسوسہ کو مخفی امور کے قائم مقام قرار دیتا ہے مثلاً چہرے کی سرخی اور مسوڑھے سے خون جاری ہونے کو غلبہ خون کی علامت قرار دیتا ہے۔ مثلاً جو شخص فلاں دوا یا معجون کو اتنی مقدار میں استعمال نہ کرے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ کبھی مرض ومریض کی نوعیت، کیفیت کے پیش نظر نئی دوائیں تیار کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان کاموں کے لئے مجرد علم طب کافی نہیں ہے بلکہ فنی حذاقت ومہارت درکار ہے کہ وہ مریض ومرض کے پیش نظر اخذ واستنباط اور ریسرچ وتحقیق کرسکے۔

ایسی حالت میں لازمی طور سے شعور نبوت کے ذریعہ اخذ واستنباط یا اجتہاد دوسروں کے اجتہاد سے بلند

محفوظ ہوتا ہے۔ کیونکہ برتر شعور یا نور سے تعلق قائم ہونے کی وجہ سے اصلاح و اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جو دوسروں کے اجتہاد کو میسر نہیں ہے اسی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے لوگو! رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے صائب و درست ہوتی تھی کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھاتا تھا ہماری رائے ظن اور تکلف ہے۔'' (۲۸)

شعور اجتہاد کے ذریعے دوسروں کا اجتہاد

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کا اجتہاد شعور اجتہاد کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جس کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے۔

''ایسا ''ملکہ'' کہ جس کے ذریعہ اصل سے فرع کا شرعی استنباط کرنے پر قدرت حاصل ہو۔''

اس شعور کی تکوین شعور عقل اور شعور قلب دونوں کے ''آمیزہ'' سے ہوتی ہے۔ عقل کی طرح قلب بھی شعور رکھتا ہے، جس کے کئی درجے ہیں مثلاً فقیہ کے لئے معاملہ فہمی و دنیوی مصلحت شناسی ضروری ہے۔

"فقیها فی مصالح الخلق فی الدنیا" (۲۹)

''دنیوی امور میں خلق خدا کی مصلحتوں کا وہ رمز شناس ہو۔''

اس فرق کو عطار و طبیب کے فرق سے سمجھ جاسکتا ہے۔ عطار کا کام زیادہ سے زیادہ اچھی دوائیں جمع کر کے تقسیم کر دینا ہے، جب کہ طبیب کا کام دوا کی جانچ پڑتال کرنا، مرض کا پتہ لگانا اور مرض و مریض کا مزاج معلوم کر کے اس کی مناسبت سے دوا تجویز کرنا ہے۔

اجتہاد کے ثبوت میں قرآن کی یہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَ حَيْثُ مَاكُنْتُمْ

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴾ (۳۰)

''اور جس جگہ بھی آپ نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے اور جہاں بھی تم رہو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔''

مسجد حرام سے دوری کی صورت میں جب کہ وہ نظر کے سامنے نہ ہو اس کی طرف رخ اجتہاد ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔

﴿ فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْاَبْصَارِ﴾ (۳۱)

''بس اعتبار کرو! اے آنکھوں والو۔''

فقہی لحاظ سے اعتبار کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے۔

" ردالشی الی نظیرہ " (۳۲)

کسی شے کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا۔

یعنی جو حکم اس کی نظیر کا ہے وہی حکم اس شے کا قرار دینا۔

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (۳۳)

''ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر الذکر (قرآن) اتارا تا کہ جو چیز لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے سامنے بیان کر دیں تا کہ وہ خود غور وفکر کریں۔''

''لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ'' کے ذریعہ ایسے تمام لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اخذ واستنباط یا اجتہاد میں انہیں کا غور وفکر معتبر ہوگا جو تحقیق وتدقیق کرنے والے ہوں۔''

﴿وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلَى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ

مِنْهُمْ ط﴾ (۳۴)

''اگر اس کو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اوراہل علم تک پہنچا دیتے تو ان میں سے جو استنباط کرنے والے ہیں وہ اس کو سمجھ جاتے۔''

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ﴾ (۳۵)

''کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ مومنوں کے ہرگروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی جو دین میں فہم وبصیرت حاصل کرتی۔''

فراست: وہ درجہ، جس کے ذریعہ انسان بعض ظاہر علامتوں کو دیکھ کر صحیح نتیجہ تک پہنچتا ہے۔

کشف: وہ درجہ ہے جس میں حسب مراتب انسان کے احوال ودیگر حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

الھام: وہ درجہ ہے جس میں غیبی ذریعہ سے خود بخود علم وادراک کا القاء ہوتا ہے۔

﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾ (۳۶)

''ان کے پاس دل ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں''

﴿ فَطُبِعَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ (۳۷)

''ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔''

اجتہاد کے لغوی معنی ''تحمل الجہد'' (۳۸) مشقت برداشت کرنا ہیں اورفقہاء کی اصطلاح میں یہ معنی منقول ہیں ۔

''احکام شرعیہ کی دریافت میں یا ان کی تطبیق میں خالی الذہن ہوکر انتہائی جدوجہد صرف کرنا۔ (۳۹)

دوسری تعریف یہ ہے۔

''احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے پوری محنت اور جدوجہد صرف کرنا یہ معلوم تفصیلی دلائل سے حاصل ہوتے ہیں جن کا مرجع کتاب وسنت، اجماع اور قیاس ہیں۔'' (۴۰)

اجتہاد میں جس قدر محنت وجدوجہد درکار ہے اس کی تشریح درج ذیل بیان سے ہوتی ہے۔

''اپنی طاقت بھراس انداز سے محنت صرف کرنا کہ اس سے زیادہ میں اپنے آپ کو مجبوراور بے بس محسوس کرے۔'' (۴۱)

یہ طاقت بھر محنت وجدوجہد اس کی قابل اعتبار ہوگی جو اجتہاد کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہوگا۔ غیر فقیہ کی محنت وجدوجہد کا اعتبار نہ ہوگا خواہ وہ کتنی ہی ہو۔

۳) اجتہاد کے مفہوم کی وسعت

اجتہاد کا یہ مفہوم نہایت وسیع وجامع اور درج ذیل صورتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

۱) اجتہاد ان احکام ومسائل میں ہو جن میں فقہا پہلے غور وفکر کر چکے ہیں۔

۲) ان احکام ومسائل میں ہو جو پہلے سے موجود نہ ہوں بلکہ حالات وتقاضے کے مطابق اب ان کی ضرورت پیش آرہی ہو۔

۳) اجتہاد سابق فقہاء کی رائے کے موافق ہو۔

۴) بنیاد میں اتفاق کے باوجود مختلف وجوہات کی بناء پر رائیں مختلف ہوگئی ہوں۔

۵) اجتہاد شورائی طرز کا ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کی اعانت ومدد سے کسی نتیجہ پر پہنچا گیا ہو۔

۶) انفرادی اجتہاد ہو اور اس میں قلبی طمانیت حاصل ہو۔

۷) اجتہاد موقع ومحل کے تعین کے لئے ہو۔

۸) حکم شرعی کا اصل مقصد فوت ہو رہا ہو اس کو واپس لانے کی غرض سے حکم کا نیا قالب تیار کرنے کے لئے اجتہاد ہو۔

۹) حالات کی تبدیلی کی بناء پر اصل حکم میں مشقت ودشواری پیش آ رہی ہے یا مضرت کا یقین ہے تو سہولت پیدا کرنے یا دفعیہ مضرت کے لئے اجتہاد ہو۔

ڈاکٹر صحی صحمصانی کے نزدیک اجتہاد کے لغوی معنی امکانی کوشش کے ہیں جو دلائل شرعیہ کے ذریعے استنباط احکام کے لئے کی جائے بالفاظ دیگر وہ کوشش جو مذکورہ الصدر اصول اساسی کی وساطت سے احکام شرع کے استخراج کے لئے کی جائے۔ (۴۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسری جمع الجوامع لابن سبکی اجتہاد کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں ۔

''کسی قول کو دلیل کے ساتھ پہچان کر قبول کرنا یہ اجتہاد ہے جو قائل اول کے اجتہاد سے موافق ہے۔'' (۴۳)

اس اعتبار سے بقول مولانا ثناء اللہ امرتسری مجتہد کی تعریف یہ ٹھہری ۔

'' جو لوگ علم اصول کے استنباطی قواعد سے واقف ہیں اور مسائل کو دلائل سے جانتے ہیں وہ مجتہد ہیں ۔'' (۴۴)

اجتہاد عربی زبان کے لفظ ''جھد'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کوشش ،مشقت اور محنت ۔ (۴۵)

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ (۴۶)

''اور جو نہیں پاتے بجز اپنی محنت ومشقت کی مزدوری کے۔

لغت میں اجتہاد سے مراد کسی کام کی انجام دہی میں ایسی انتہائی کوشش اور طاقت صرف کرنا ہے جس میں محنت اور مشقت برداشت کرنا پڑے۔ (۴۷)

وہ اجتہاد نہیں ہے اگر ایک شخص نے سوکلوگرام وزنی پتھر اٹھایا تو اس نے جدوجہد اور انتہائی کوشش کی جب کہ ڈیڑھ سوگرام وزن اٹھانے کو انتہائی مشقت کہنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ تفتازانی

''کسی شرعی حکم کے بارے میں غالب گمان کے حصول میں فقیہ کا اپنی طاقت صرف کرنا۔'' (۴۸)

علامہ زرکشی

''استنباط کے طریقہ سے کسی شرعی عملی حکم کو پانے میں طاقت صرف کرنا۔'' (۴۹)

علامہ عبدالعزیز بخاری

''اجتہاد اس کوشش کے لئے مخصوص ہے جو شرعی احکام سے متعلق علم حاصل کرنے میں کی جاتی ہے۔'' (۵۰)

قرآن مجید سے اجتہاد کے اشارات

قرآن مجید اللہ کی کتاب اور معاشرتی زندگی کے قانون کا اصل سرچشمہ ہے اس میں قانون کے مقاصد ، بندوں کے مصالح اور دستوری حیثیت کے اصول وکلیات بیان ہوئے ہیں جن پر قانون اور اجتہاد کی بنیاد قائم ہوئی ہے۔ قانونی جزئیات کا ذکر بہت کم ہے لیکن جس قدر بھی ہے وہ بطور'' نمونہ'' بنیاد کی تشریح وتوضیح کے لیے ہے تا کہ ان کی روشنی میں نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ کی رہنمائی کے لیے اخذ و استنباط یا اجتہاد کا سلسلہ جاری رہے۔

ذیل میں رسول خدا کی تشریح وتوضیع اور آپ کے اخذ واستنباط کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اجتہاد وشعور کو رہنمائی ملتی ہے

ا) رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں مذکورہ اصول وکلیات کی روشنی میں بہت سے مروجہ موجودہ مسائل کا حکم بیان کیا جس کی حیثیت تشریح وتوضیح کی تھی مثلاً یہ آیت ہے :

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (۵۱)

اے ایمان والو ! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے تو اجازت ہے''۔

اس میں دو اصول بیان کیے گئے ہیں ایک سلبی اور دوسرا ایجابی ، پہلے میں ناحق کسی کا مال کھانے کی

ممانعت ہے اور دوسرے میں حق کے ساتھ باہمی رضامندی سے اجازت ہے ان دونوں کی روشنی میں رسول ﷺ نے مروجہ معاملات کا جائزہ لیا اور ان سب کو ناجائز قرار دیا جن میں دھوکا دیا جاتا تھا اور بالآخر ناحق مال کھانے کی شکل نکلتی تھی۔عرب میں خرید وفروخت کی مروجہ بہت سی شکلیں ان دونوں اصول کے تحت جائز یا ناجائز قرار پائیں مثلاً خریدار و بائع (بیچنے والا) کسی چیز کا بھاؤ کرتے تھے اور دیکھنے و طے ہونے سے پہلے خریدار اس کو چھو لیتا یا بیچنے والا خریدار کی طرف پھینک دیتا یا خریدار اس پر کنکری رکھ دیتا تو ان صورتوں میں بیع مکمل ہو جاتی تھی۔ ان معاملات میں چونکہ فریقین کی رضامندی موجود تھی اس بناء پر ان کو ایجابی اصول کے تحت آنا چاہیے تھا لیکن رسول خدا ﷺ کی تشریح وتوضیح نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ جس رضامندی میں دھوکہ وفریب کا خطرہ ہو اور خطرہ ظاہر ہونے کے بعد اس رضامندی کا نتیجہ ناحق مال کھانے کی شکل میں ظاہر ہو تو وہ بھی سلبی اصول کے تحت آئے گا۔

۲) اصل کو فرع پر منطبق کر کے دکھایا جس سے دوسری فرع کا حکم نکالنے میں سہولت ہوئی۔اوپر کی آیت اصل ہے اور مروجہ معاملات فرع ہیں اصل میں حرمت وممانعت کی علت ناحق مال کھانا ہے یہ علت جتنے معاملات میں پائی جائے گی وہ سب حرام و ناجائز ہوں گے خواہ اُس وقت موجود ہوں یا بعد میں ہوں ابتداء میں علت پائی جاتی ہو یا آخر میں جب کہ دھوکہ وفریب ظاہر ہو۔

۳) جزئی قوانین جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کے موقع ومحل متعین کیے جیسے تیمّم ونماز قصر کے مواقع بیان کیے اور شرعی رخصتوں کے محل متعین کیے کہ کس جگہ ان رخصتوں پر عمل کرنے کی اجازت ہے

۴) قانون کی شرطیں ، رکاوٹیں اور قیدیں وغیرہ بیان کیں جن کے بغیر ان پر صحیح عمل درآمد دشوار تھا مثلاً نکاح ، طلاق ،خرید وفروخت وغیرہ کی تفصیل جس سے صحیح و غلط اور حلال وحرام کے درمیان امتیاز قائم ہوا۔

۵) نئے قوانین بیان کیے جن کا صریح ذکر اگرچہ قرآن میں نہیں ہے لیکن وہ اس کی مصنوعی دلالت میں موجود ہے مثلاً پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی سے نکاح یا خالہ کی موجودگی میں بھانجی سے نکاح حرام قرار دیا وغیرہ۔

۶) مطلق آیتوں کی تفصیل بیان کی اور موقع ومحل کے لحاظ سے ان کو مقید کیا جیسے معروف ،منکر ،طیبات اور خبائث کے تحت بہت سی مروجہ چیزوں کا حکم بیان کیا یا جرائم کی سزاؤں سے متعلق آیتوں کو موقع ومحل کے لحاظ سے مقید کر کے ان پر عمل درآمد واضح کیا۔

۷) مجمل آیتوں کی تشریح کی جس کے بغیر صحیح مفہوم سے واقفیت اور اس پر عمل درآمد دشوار تھا مثلاً صلوٰۃ ، زکوٰۃ اور صوم وغیرہ سے متعلق آیتوں کی تشریح کی ، ان کی عملی کیفیت بیان کی ۔

۸) قرآنی احکام کے وجوہ اسباب اور حکمت ومصلحت کی نشاندہی فرمائی جس سے نئے اصول وکلیات وضع کرنے اور اجتہاد کا دائرہ وسیع کرنے کی سہولت ہوئی ،آیتوں کے شانِ نزول بیان کیے جس سے زندگی و معاشرہ کو درپیش مسائل کی نشاندہی ہوئی اور ان پر قیاس و استنباط کے لیے موادفراہم ہوا ۔

ان چند مثالوں سے ظاہر ہے کہ اجتہاد کا دائرہ وسیع کرنے اور اس کونمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ کی رہنمائی کے قابل بنانے کے لیے رسول خدا ﷺ کی تشریح وتوضیح آپ کے اخذ واستنباط سے استفادہ کی کس قدر ضرورت ہے۔

اجتہاد کی تین شکلوں کا وجود

تشریح وتوضیح اور اخذ واستنباط پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے اجتہاد کی تین شکلیں وجود میں آتیں ہیں۔

۱) اور وہ جس میں متعلقہ آیت وحدیث کے معنی ومفہوم متعین کر کے مسائل کو حل کیا جیسا کہ رسول ﷺ نے پہلی صورت میں کیا اس میں الفاظ و معانی اور موقع ومحل تینوں پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲) وہ جس میں مزید غور وفکر کر کے حکم کی علت نکالی جائے اور پھر اس کی بنیاد پر مسائل کا حل تلاش کیا جائے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے دوسری صورت میں کیا۔

۳) وہ جس میں شریعت کی روح اور بندوں کی مصلحت پر مشتمل قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اور اس سے مسائل

کا حل نکالا جائے جیسا کہ رسول ﷺ نے لاضرر ولا ضرار فی الاسلام جیسے نئے قواعد واضع کر کے اس کی طرف رہنمائی فرمائی ان تینوں کے بالترتیب نام اس طرح تجویز کیے جا سکتے ہیں

۱: اجتہاد توضیحی

۲: اجتہاد استنباطی

۳: اجتہاد استصلاحی

قرآن مجید کی ایک آیت ہمیں بظاہر ''غیر احکام'' نظر آتی ہے اور بالعموم اسے غیر احکامی سمجھا گیا ہے مگر اس آیت سے بھی بالکل اسی طرح سے احکام شرعیہ متفرع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کسی ''احکامی'' آیت سے مستنبط ہوتے ہیں اور جب معاملہ یہ ہے تو پھر احکامی اور غیر احکامی آیات کی تقسیم کا تصور بے بنیاد کیوں نہیں ہے۔

﴿ قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ○ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ج فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ج وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ط سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ط اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ط وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ○﴾ (۵۲)

''ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا اے ابا جان ! ان کو نوکر رکھ لیں کیونکہ آپ جس کو بھی نوکر رکھیں سب میں بہتر وہی ہے جو مضبوط اور ایماندار ہو اور ان میں دونوں باتیں موجود ہیں اس پر شعیب بولے میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا اس (مہر) پر نکاح کر دوں کہ تم آٹھ برس تک میری نوکری کرو اور اگر تم دس برس پورے کر دو تو تمہارا احسان میں تم پر زیادہ مشقت ڈالنا نہیں چاہتا ان شاء اللہ مجھے تم ایک نیکوکار آدمی پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے دونوں مدتوں میں سے میں جو

بھی پوری کروں مجھ پر جبر و زیادتی نہیں اور ہم آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے''۔

ان آیات کے متذکرہ صدر مضمون کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک صاحبزادی کی تجویز کو قبول فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اجرت کا معاملہ طے فرمایا اور ان کو اپنے ہاں بطور اجیر رکھ لیا۔

بظاہر یہ آیت قصص سابقہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا اسی لیے ان آیات کو احکامی آیات میں شمار نہیں کیا گیا لیکن غور کرنے پر ان سے درج ذیل مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔

الف) اسلام میں مزدور یا کوئی ملازم بھرتی کرتے وقت دو امور کو بالخصوص پیش نظر رکھا جانا چاہیے ایک یہ کہ وہ مزدور یا ملازم ''قوی'' ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ جسمانی اور ذہنی طور پر اس کام کو سرانجام دے سکتا ہو جس کے لیے اسے بھرتی کیا جا رہا ہے دوسرے یہ کہ وہ مزدور یا ملازم ''امین'' ہونا چاہیے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے تصرف میں جو مال و جائیداد ہو تو وہ شخص ان میں خیانت کرنے والا نہ ہو۔

ب) ہر آجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملازم سے اس کی طاقت و ہمت سے بڑھ کر کام نہ لے گویا ایک ملازم جس قدر کام کر سکتا ہے اس سے زیادہ بوجھ یا ذمہ داری اس پر نہ ڈالی جائے یہ حکم شرعی قرآن کے الفاظ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سے واضح ہے۔

ج) ہر مزدور یا ملازم کے درمیان ایک معاہدے کا ہونا ضروری ہے جو دونوں فریقوں کی آزاد مرضی سے طے پائے۔ ایسا معاہدہ تحریری اور زبانی دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے اور اس میں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ایک مزدور کو کتنا کام کرنا ہے اور اس کام کی اجرت کیا ہو گی؟ اور اس سلسلے میں دیگر شرائط ملازمت بھی باہمی رضا مندی سے رکھی جا سکتی ہیں جن کی پابندی فریقین سے آجر و اجیر کو کرنی ہو گی باہمی معاہدے کا یہ حکم شرعی ﴿ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ﴾ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ز اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَا اَذْبَحَنَّهٗ اَوْ لَيَاْتِيَنِّىْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ○﴾ (۵۳)

''اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہنے لگے کہ کیا بات ہے کہ ہد ہد نظر نہیں آ رہا وہ کہیں غائب ہے اگر ایسا ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ اپنی صفائی میں کوئی واضح دلیل میرے پاس پیش کرے''۔

یہ آیات بھی ان آیات میں سے ہیں جن کو غیر احکام کہا جاتا ہے لیکن اس سے ایک حکم شرعی یہ نکلتا ہے کہ اسلامی مملکت کی انتظامیہ اپنے ماتحت ملازم لوگوں پر فرد جرم عائد کر کے ان کو اظہار وجوہ کا نوٹس دے سکتی ہے بشرطیکہ ایسے ملازم غیر حاضری کریں۔ اس کے علاوہ دوسرا حکم شرعی یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر ایسے ملازمین اپنی صفائی میں کوئی معقول عذر پیش کر دیں تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہو گا بصورت دیگر ان کے خلاف باضابطہ قانونی کارروائی کر کے ان کو مناسب سزا دی جا سکتی ہے

قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُؕ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ○﴾ (۵۴)

''یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک آدمی بنانے والا ہوں تو جب میں اس کو درست بنا کر اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا پھر تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا اللہ نے فرمایا'' اے ابلیس جس چیز کو میں نے

اپنی خاص قدرت سے پیدا کیا تو شیخی میں آ گیا ہے یا تو واقعی بلند مرتبہ ہے'' ابلیس بولا'' میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے گیلی مٹی سے پیدا کیا''۔اللہ نے پھر حکم دیا کہ تو یہاں سے نکل جا تو یقیناً مردود ہے اور تجھ پر قیامت تک میری پھٹکار پڑے گی۔''

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے انکار سجدہ کی وجہ دریافت فرمائی ہے گویا ابلیس کو اس کی نافرمانی پر اظہارِ وجوہ کا نوٹس دیا گیا اور اس طرح ملزم ابلیس کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا تھا کہ وہ اپنے عدم سجود کے جواز میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ کہہ دے پھر ابلیس نے انکار سجود کا جواز پیش کیا وہ چونکہ ایک غلط جواز تھا اس لیے اسے یہ سزا سنا دی گئی کہ وہ قیامت تک کے لیے راندہ درگاہ خداوندی اور مردود ہے

یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کسی ملزم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر نہ تو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی قسم کی کوئی سزا دی جا سکتی ہے پھر اگر کوئی ملزم اپنے حق میں کوئی معقول جواز یا عذر پیش نہ کر سکے تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔

اجتہاد کی مشروعیت قرآن مجید، سنت رسول، تعامل صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قبل ازیں آپ درسی اکائی '' قیاس'' میں حجت قیاس پر دلائل کا مطالعہ کر چکے ہیں جو اجتہاد کی مشروعیت و حجیت میں بھی دیئے جاتے ہیں اجتہاد کی مشروعیت میں مزید چند اہم دلائل حسب ذیل ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَ حَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ﴾ (۵۵)

اور جس جگہ بھی آپ نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کریں اور جہاں بھی تم رہو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو''۔

مسجد حرام سے دوری کی صورت میں جبکہ وہ نظر کے سامنے نہ ہو اس کی طرف رخ اجتہاد ہی کی بناء پر ہوتا

ہے نماز جیسی اہم عبادت میں جب یہ حکم موجود ہے تو پھر زندگی کے دیگر مسائل میں اجتہاد بدرجہ اولیٰ ہو گا۔(۵۶)

یہ آیت اجتہاد کے مفہوم اور دائرہ کار میں وسعت پیدا کرتی ہے۔

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِلَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط﴾ (۵۷)

''بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں (ماؤں) کو کھلانا اور کپڑا دینا ہوگا''۔

اس آیت میں لفظ''معروف''کا ذکر ہے قرآن اور سنت رسول ﷺ میں اس''معروف''کی کوئی معین مقدار مذکور نہیں ہے ماؤں کو دوران رضاعت جو کچھ پہنا وے کے طور پر دیا جائے گا اس کی مقدار اجتہاد سے متعین کی جائے گی۔

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (۵۸)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دیں تا کہ وہ غور کریں۔''

﴿لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کا یہ معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس چیز میں تفکر کرنا جس کے حکم سے متعلق کوئی صریح نص موجود نہ ہو۔(۵۹)

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ﴾ (۶۰)

''اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کریں۔''

مشاورت ان امور میں ہوتی ہے جن کا حکم اجتہاد کے طریقہ سے معلوم کرنا ہو، جن امور کا حکم بذریعہ وحی آجائے ان میں مشاورت نہیں ہو سکتی۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط﴾ (۶۱)

''اے نبی ﷺ ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان آپ فیصلہ کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جو ہدایت دکھائی ہے وہ عام ہے اس میں قرآن کی نص سے حکم دینا اور قرآنی نصوص سے احکام کا استنباط کرنا دونوں شامل ہیں۔ (۶۲)

سنت

نبی اکرم ﷺ نے متعدد بار خود اجتہاد فرمایا۔ جن امور میں وحی نازل نہ ہوتی ان کے بارے میں آپ اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میں ایسے معاملہ میں جس کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا''۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

''جب نبی کو ایسا نیا مسئلہ درپیش ہوتا جس میں وحی نازل نہ ہوتی آپ وحی کا انتظار فرماتے جب وحی کے انتظار کی مدت ختم ہو جاتی تو آپ رائے اور اجتہاد سے کام لے کر اس مسئلے کا حکم فرماتے پھر اگر اس معاملہ میں کوئی وحی نازل نہ ہوتی تو یہ اس حکم کو برقرار رکھنے کی قطعی دلیل ہوتی۔'' (۶۴)

علامہ شعبی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کسی فقیہ کے بارے میں فیصلہ فرماتے اس کے بعد اگر قرآن کا حکم نازل ہوتا تو آپ اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ (۶۵)

یہ بات واضح ہے کہ قرآن کے بغیر کسی فقیہ کے بارے میں فیصلہ اجتہاد ہی سے ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○﴾ (۶۶)

''اور محمد ﷺ خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے یہ (قرآن) تو اللہ کا حکم ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے''۔

ایک گروہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کسی سنت کی بنیاد وحی ہو اور بعض الہام کے طریقہ پر ہو اور آپ پر القاء کی گئی ہو۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''رب العالمین کے قاصد جبریل نے میرے دل میں یہ بات القاء کی کہ بے شک کسی جان کو اس وقت تک ہرگز موت نہیں آئے گی جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کرے۔'' (۶۷)

ان اصولیین کے ہاں یہ بھی جائز ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا کوئی حکم رائے اور استدلال کی بنیاد پر ہو۔ جن امور کے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہو ان میں آپ نے رائے اور اجتہاد سے حکم دیا ہو۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبوی اجتہاد اور دیگر مجتہدین کے اجتہاد میں فرق ہے نبی اکرم ﷺ کا اجتہاد وحی کے مشابہ ہے۔ آپ کے اجتہاد کو الٰہی تائید حاصل ہوتی ہے اس میں خطاء کا احتمال نہیں ہوتا۔

علامہ جصاص نے دوسرے گروہ کی رائے کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۶۸)

نبی اکرم ﷺ کے لیے اجتہاد کے جواز اور عدم جواز پر اصولیین کے مابین اختلاف کی تفصیل اصول فقہ کی کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

فصل دوم

قرآن اور اجتہاد کی اقسام

اجتہاد کی تین صورتیں یہ ہو سکتی ہیں۔ (۱)

۱) توضیحی اجتہاد

اس اجتہاد میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کے الفاظ کے معنی و مفہوم متعین کر کے اور موقع و محل کو مدنظر رکھ کر مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عراق اور شام فتح ہونے کے بعد اراضی کی تقسیم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف ہوا اور اس مسئلہ پر ان کے دو گروہ بن گئے (۲)

۱) پہلے گروہ کی رائے یہ تھی کہ اراضی فوجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اس گروہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے۔

۲) دوسرے گروہ کا مؤقف یہ تھا کہ زمین تقسیم نہ کی جائے بلکہ اصل باشندوں کے پاس ہی رہنے دی جائے یہ رائے حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ کی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ (۳)

"اور جان رکھو کہ کسی چیز سے جو کچھ تمہیں غنیمت ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اہل قربت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

پہلے گروہ کا استدلال یہ تھا کہ اس آیت میں مال غنیمت کے خمس (پانچواں حصہ) کا حکم اور مصارف بیان ہوئے ہیں اور بقیہ چار حصے فاتح لشکر کے فوجیوں کے لیے چھوڑ دیئے گئے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول ﷺ نے خیبر، بنو قریظہ، اور بنو نضیر کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کر دی تھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دوسرا گروہ جو عراق و شام کی اراضی کی تقسیم کے خلاف تھا اس کا استدلال یہ تھا کہ اس آیت میں صرف خمس کا حکم و مصارف بیان کیے گئے ہیں اور مال غنیمت کے بقیہ چار حصوں کے حکم و مصارف کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست اگر چاہے تو مفادِ عامہ کی خاطر اراضی کو فوجیوں میں تقسیم کر دے جیسے رسول اللہ ﷺ نے خیبر، بنو قریظہ اور بنو نضیر کی اراضی فوجیوں میں تقسیم کر دی تھی اور ریاست چاہے تو یہ زمین تقسیم نہ کرے اور اسے اصل باشندوں کے پاس ہی رہنے دے جیسے رسول ﷺ نے خیبر کا ایک حصہ اہل خیبر کے پاس ہی رہنے دیا تھا اور جیسے آپ نے فتح مکہ کے بعد مکہ کی پوری اراضی اہل مکہ ہی کے پاس رہنے دی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں گروہ تقسیم اراضی کے مسئلہ پر اپنے اپنے دلائل کے ساتھ قائم رہے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات فئی سے استدلال کیا۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ

الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ م بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○﴾ (۴)

’’اور (مال فے) ان مفلسان تارک الوطن کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے ایماندار ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس میں سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان مہاجرین کے بعد آئے اور دُعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ پیدا ہونے دے اے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے‘‘۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ استدلال فرمایا کہ مالِ غنیمت میں صرف فوجیوں ہی کا حق نہیں بلکہ اس میں موجود و آئندہ غیر فوجیوں کو بھی شریک کیا ہے۔ مالِ غنیمت کے کل شرکاء مندرجہ ذیل ہیں :

۱) اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ ، یتیم ، مسکین ، اور مسافر

۲) مفلس مہاجرین

۳) مدینہ کے باشندے جو پہلے سے ایمان لا کر مدینہ میں قیام پذیر ہیں۔

۴) بعد کے مسلمان

یہ آیات مال غنیمت کی تقسیم میں فوجیوں اور غیر فوجیوں کی تخصیص نہیں کرتیں بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کے علاوہ مذکورہ بالا تمام لوگوں کو بھی اس مال میں حصہ دار بنایا گیا ہے۔

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیات سے ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں اجتہاد کر کے مال غنیمت والی آیت ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ کی توضیح فرمائی جس سے لوگوں کو آیتِ غنیمت کا موقع و محل متعین کرنے میں سہولت ہوئی۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے اتفاق کیا اور طے پایا کہ عراق و شام کی اراضی اسلامی لشکر کے فوجیوں میں تقسیم نہ ہو بلکہ وہاں کے اصل باشندوں کے پاس ہی رہنے دی جائے۔

۲) استنباطی اجتہاد

اجتہاد کی اس شکل میں مزید غور و فکر کر کے علت تلاش کی جاتی ہے اور پھر اس علت کی بنیاد پر مسئلہ کا حل ڈھونڈا جاتا ہے مثلاً

خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جن ابتدائی مسائل سے دوچار ہونا پڑا ان میں سے ایک مسئلہ مانعین زکوٰۃ کا تھا۔ دور دراز کے قبائل جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور تربیت نبوی سے فیض یاب نہ تھے ان میں سے بعض نے حرص و بخل کی وجہ سے اور بعض نے ریاست کی مرکزی حکومت سے عدم تعاون کرتے ہوئے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ بات اسلام کے ایک رکن کا انکار اور اسلامی ریاست سے بغاوت کے مترادف تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان فرمایا۔ آپ نے اپنے اس اقدام کی دلیل قرآن و سنت سے حاصل کی۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ط﴾ (۵)

''اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی ان سے تعارض نہ کرو''۔

یہ آیت فرضیت کے اعتبار سے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتی۔ ان دونوں فرائض کے پائے جانے کی صورت میں ہی ﴿ فَخَلُّوا سَبِيلَهُم﴾ ان سے تعارض نہ کرو) کا حکم باقی رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس قبیلہ بنو ثقیف کا وفد حاضر ہوا ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں جو شرائط پیش کیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ انہیں نماز میں چھوٹ دی جائے اس پر آپ نے فرمایا ''ایسے دین میں خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو''۔ (٦)

مندرجہ بالا نص قرآنی اور حدیث رسول ﷺ کو دلیل بناتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا اور اس شخص کے خلاف جہاد کیا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم میں اس کے خلاف ضرور جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ اگر لوگ نماز ، روزہ اور حج کو ترک کرنے کا بھی مطالبہ کرنے لگیں تو پھر اسلام کی ہر گرہ کھل جائے گی۔ (۸)

یہاں ترک صلوٰۃ کے مطالبہ پر قتال کے وجوب کی علت اسلام کے ایک رکن نماز سے دستبرداری کا مطالبہ ہے یہ علت جس طرح ترکِ نماز میں پائی جاتی ہے اسی طرح زکوٰۃ ، روزہ اور حج کے ترک کرنے میں بھی پائی جاتی ہے۔

۳) استصلاحی اجتہاد

یہ اجتہاد کی وہ قسم ہے جس میں شریعت اسلامی کی روح اور انسانوں کی مصلحت کو بنیاد بنا کر پیدا شدہ

مسائل کا حل نکالا جاتا ہے۔مدینہ کے قریب اہل مدینہ کی ملکیت میں ایک چراگاہ تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحتِ عامہ کی خاطر اس چراگاہ کو بلا معاوضہ سرکاری تحویل میں لے لیا۔ حالانکہ اہل مدینہ مسلمان تھے اور ریاست کو عمومی طور پر ان کے اموال میں دست اندازی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ مدینہ کے ایک بدوی نے اس واقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت بھی کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خدا کی قسم ،جانوروں والے سمجھتے ہیں کہ میں نے (سرکاری چراگاہ محفوظ کرنے سے) ان پر ظلم کیا ہے۔''

یہ شہر انہی لوگوں کے ہیں زمانہ جاہلیت میں انہی لوگوں نے اپنے شہروں کے لیے جانیں دیں اور اسی زمین پر وہ اسلام لائے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری سپردگی میں جہاد کے جانور نہ ہوتے جن پر میں مجاہدوں کو سوار کرتا ہوں تو میں ان کی بالشت بھر زمین بھی محفوظ نہ کرتا۔ (۹)

علامہ ماوردی کی تقسیم

علامہ زرکشی اور علامہ شوکانی وغیرہ نے علامہ ماوردی کا قول نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد اجتہاد کی آٹھ اقسام ہیں۔

۱) وہ اجتہاد جس میں قرآن وسنت کی نص سے علت معلوم کر کے حکم کا استخراج کیا جائے ، جیسے سود کی علت نکال کر دیگر اشیاء پر سود کے حکم کا اطلاق کرنا

۲) نص سے مشابہت کی بناء پر ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کر کے حکم کا استخراج کرنا

۳) وہ اجتہاد جو نص کے عموم سے کیا جائے جیسے قرآن میں ہے۔

﴿ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِیْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط ﴾ (۱۰)

''یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا اختیار ہے۔''

اس آیت میں لفظ ﴿ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ﴾ میں عموم ہے جس سے شوہر اور قاضی دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

۴) وہ اجتہاد جو نص کے اجمال سے حکم کا استخراج کرنے کے لیے ہو جیسے قرآن میں ہے۔

﴿ وَّمَتِّعُوْھُنَّ ج عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَ عَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ ج مَتَاعًام بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (۱۱)

'' اور ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو۔ مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق زوجین کے حسب و حال کے مطابق ۔نفقہ کی مقدار میں اجتہاد کرنا جائز ہے۔

۵) ایسا اجتہاد جس میں نص سے حکم کا استخراج مختلف احوال کی روشنی میں کیا جائے جیسے قرآن مجید میں ہے۔

﴿ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط ﴾ (۱۲)

'' تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو۔''

اگر کوئی شخص حج میں قربانی نہ کر سکے تو دس دن روزے رکھے تین زمانہ حج میں مکہ میں قیام کے دوران اور سات اس وقت روزے رکھے جب واپس لوٹے ۔ واپس لوٹنے میں دونوں صورتوں کی گنجائش ہے یعنی وہ روزے راستے ہی میں رکھ لے یا گھر آ کر رکھے ۔

٦) وہ اجتہاد جس میں نص کی دلالت سے حکم تلاش کیا جائے جیسے قرآن مجید میں ہے ۔

﴿ لِيُنفِقْ ذُوسَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ط﴾ (۱۳)

''وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔''

یہ بات سنت سے ثابت ہے کہ صاحب حیثیت وہ ہے جس کے پاس ایک مسکین کو دینے کے لیے دوصاع کے برابر اناج ہو جو صاحب حیثیت نہیں ہے اس کے نفقہ کا اندازہ اجتہاد سے کیا جائے گا اور وہ ایک حد اناج ہے۔ (۱۴)

۷) وہ اجتہاد جو نص کی علامات سے حکم کا استنباط کرنے کے لیے کیا جائے جیسے کسی شخص کو رات کے وقت قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو تو وہ ستاروں اور پہاڑوں وغیرہ سے سمت معلوم کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿ وَعَلٰمٰتٍ ط وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ (۱۵)

''اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں''۔

۸) وہ اجتہاد جو نص کی بنیاد پر نہ ہو اور نہ کسی اصل پر ہو ایسے اجتہاد کی صحت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اگر اجتہاد کسی اصل پر مبنی ہو تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہے بعض نے کہا کہ ایسا اجتہاد درست ہے کیونکہ شروع میں اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہوگی۔

مزید دیگر اقسام

مختلف اعتبار سے اجتہاد کی مندرجہ ذیل گیارہ اقسام ہیں۔ (۱۶)

جہد و کوشش صرف کرنے کے اعتبار سے

۱) **اجتھاد تام**: یہ وہ اجتہاد ہے جس میں مجتہد محسوس کرے کہ وہ مزید تحقیق، تلاش اور غور وفکر کرنے

سے عاجز ہے۔

۲) **اجتہادِ ناقص**: جس اجتہاد میں تحقیق اور تلاش کے اعتبار سے کمی و نقص پایا جائے ایسا اجتہاد شرعی طور پر غیر معتبر ہے۔

۲) مجتہد کے اعتبار سے

۱) **اجتہاد مطلق** : جس میں مجتہد کسی خاص امام کے اصول اور فروع کی پابندی نہ کرے

۲) **اجتہاد مفید** : جس میں مجتہد کسی معین امام کے اصول یا اس کی فروع کا پابند رہے۔

۳) موقع و محل کے اعتبار سے

۱) **اجتہادِ عام** : جو فقہ کے تمام ابواب میں اور تمام دلائل شرعیہ کے ساتھ کیا جائے

۲) **اجتہاد خاص**: جو فقہ کے کسی خاص باب کے بارے میں ہو جیسے میراث یا جو دلائل شرعیہ میں سے کسی ایک دلیل مثلاً قیاس کے ذریعہ کیا جائے۔

۴) حکم تکلیفی کے اعتبار سے

۱) **اجتہاد فرض عین** : جب کسی مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے شخص سے کسی واقعہ کا حکم پوچھا جائے یا وہ شخص خود کسی ایسے مسئلہ سے دوچار ہو جائے جس کے بارے میں وہ حکم الٰہی نہ جانتا ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پایا نہ جاتا ہو ان دونوں حالتوں میں ایسے مجتہد پر فرض ہے کہ وہ شرعی دلائل میں غور و غوض کر کے اس مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے اپنی کوشش بروئے کار لائے۔

۲) **اجتہاد فرض کفایہ** : اگر مجتہدین زیادہ تعداد میں ہوں جن کی طرف شرعی مسائل کے احکام سے متعلق رجوع کیا جا سکے تو اس صورت میں اگر کسی ایک مجتہد نے کسی مسئلہ پر فتویٰ دے دیا تو دیگر

تمام مجتہدین اس ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے اگر کسی نے بھی اس مسئلہ کے حکم کی تلاش میں کوشش نہ کی اور فتویٰ نہ دیا تو سب مجتہدین گناہ گار ہوں گے۔

۳) **اجتھاد مباح** : یہ اس کوشش کے صرف کرنے کا نام ہے جو ان حوادث کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے کی جائے جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے لیکن ان کے رونما ہونے کا مستقبل قریب میں امکان ہو۔

۴) **اجتھادِ مکروہ** : ان فرض مسائل میں اجتہاد جو عادتاً اور عموماً وقوع پذیر نہیں ہوتے ایسے مسائل کی تلاش میں مشغول ہونا مکروہ ہے۔

۵) **اجتھاد حرام** : ان مسائل میں اجتہاد کرنا جن کے حکم کے ثبوت میں قرآن یا سنت کی قطعی نصوص موجود ہوں یا وہ حکم اجماع سے ثابت ہو۔ قطعی نص یا اجماع کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔

مجتہدین کی اقسام

علامہ ابن کمال پاشا نے دائرہ کار کے اعتبار سے مجتہدین کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:

۱) مجتہد فی الشریع:

اسے مجتہد مطلق اور مجتہد مستقل بھی کہا گیا ہے۔ یہ کسی خاص فقہی مذہب کا بانی ہوتا ہے وہ اپنے مقرر کردہ اصول و قواعد پر دلائل شرعیہ سے مسائل کے احکام کا استنباط کرتا ہے وہ اصول و فروع میں کسی دوسرے کی تقلید نہیں کرتا مثلاً حنفی مذہب کے بانی امام ابوحنفیہ، مالکی مذہب کے بانی امام مالک، شافعی مذہب کے بانی امام شافعی، حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبل، ابن ابی لیلی، امام اوزاعی، امام داؤد، امام شعبی اور امام طبری رحمہم اللہ وغیرہ۔

۲) مجتہد فی المذہب

یہ مجتہد منتسب بھی کہلاتا ہے وہ کسی مذہب کا بانی نہیں ہوتا بلکہ اپنے امام کے وضع کردہ اصول وقواعد میں جس کا اپنے امام سے اختلاف نہیں ہوتا البتہ وہ فروعی مسائل میں کسی کا مقلد نہیں ہوتا بلکہ ذاتی اجتہاد سے فروعی مسائل کا استخراج کرتا ہے مثلاً حنفی مذہب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف ، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ ، مالکی مذہب میں امام ابن عبد البر ، امام ابو بکر ابن العربی اور امام ابن القاسم رحمہم اللہ

۳) مجتہد فی المسائل

ایسا مجتہد صرف ان فروعی مسائل میں اپنے اجتہاد سے کام لیتا ہے جن میں اس کے امام سے کوئی روایت نہ ملتی ہو۔ اصول وفروع میں اپنے مذہب کے امام کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ صاحبِ مذہب کے مقرر کردہ اصول و قواعد کے مطابق نئے مسائل کے احکام کا استنباط کرتا ہے مثلاً حنفی مذہب میں امام طحاوی ، امام کرخی، شمس الائمہ سرخسی ، رحمہم اللہ وغیرہ ۔شافعی مذاہب میں امام غزالی رحمہ اللہ ہیں ۔

۴) مجتہد مقید

اسے صاحب تخریج بھی کہتے ہیں۔ یہ اپنے امام کے اصول و آراء کا پابند ہوتا ہے۔ اس میں اجتہاد والی صلاحیت ہوتی ہے البتہ وہ اپنے مذہب کے اصول ، احکام کی حقیقت ومنشا اور ان کے دلائل کو اچھی طرح سمجھتا ہے مجتہد مقید کا کام مجمل کی تفصیل کرنا اور ایک سے زیادہ جہتیں رکھنے والے قول کی تعین کرنا ہوتا ہے اس طبقہ میں حنفی مذہب کے فقہاء میں جصاص اور امام ابن الھمام وغیرہ شامل ہیں

ان چار اقسام کے افراد کا تعلق مجتہدین سے ہے البتہ علامہ ابن کمال پاشا نے تین قسمیں مزید بیان کی ہیں جو یہ ہیں:

۵) اصحاب ترجیح

ان فقہاء کا کام یہ ہوتا ہے کہ دلائل کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اپنے امام کی مختلف روایات میں سے کون سی روایت افضل اور کون سی مفضول ہے حنفی مذہب میں علامہ قدوری اور علامہ مرغینانی وغیرہ اصحاب ترجیح میں شامل ہیں۔

۶) اصحاب تمییز:

یہ فقہاء قویٰ اور ضعیف روایات کے ظاہر اور نادر روایات کے فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور ان کو ممتاز کر لیتے ہیں ان کا بس یہی کام ہوتا ہے حنفی علماء میں چاروں متون کے مؤلفین یعنی علامہ محمد محبوبی ، علامہ عبد اللہ ، علامہ ابن الساعاتی اور علامہ النسفی وغیرہ اصحاب تمییز میں شامل ہیں ۔

۷) مقلدین محض

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن میں مندرجہ بالا امور میں سے کسی بات کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ جو قول جہاں اور جیسے پاتے ہیں اسے نقل کر دیتے ہیں جیسے اندھیری رات میں لکڑیاں چننے والا جو پاتا ہے سمیٹ لیتا ہے ۔

علامہ ابن کمال پاشا نے مجتہدین کی مذکورہ بالا تقسیم کی ہے وہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن اس تقسیم میں فقہاء کی جو درجہ بندی کی گئی ہے اس پر اشکال اور اعتراضات وارد کیے گئے ہیں مثلاً ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کو طبقہ ثانیہ میں رکھا گیا ہے حالانکہ صاحبین نے کثرت سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصول میں مخالفت کی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحبین نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو تہائی مذہب میں اختلاف کیا ہے۔بعض کے نزدیک صاحبین مجتہد مطلق تھے مگر اپنے استاد کی جلالت شان اور تعظیم و ادب کی وجہ سے انہی کے اصول کے تابع رہے اور انہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا ۔

باب سوم

فصل اول

۱۔ عبدالحمید، خواجہ ''جامع اللغات'' 133/1، جامع اللغات کمپنی، لاہور س۔ن

۲۔ اصفہانی، راغب، ''مفردات القرآن'' 133/1، اُردو پریس لاہور، س۔ن

۳۔ تقی، امینی، محمد مولانا، اجتہاد، ص 21، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، س۔ن

۴۔ تفتازانی، سعدالدین مسعود بن عمر، ''التلویح علی التوضیح'' 117/2، محمد علی صبیح واولادہ 1957ء

۵۔ حنیف ندوی، مولانا، ''مسئلہ اجتہاد'' ص 109، مطبوعات ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور

۶۔ تفتازانی، سعدالدین مسعود بن عمر، ''التلویح علی التوضیح'' 239/2، محمد علی صبیح واولادہ 1957ء

۷۔ تقی امینی، محمد مولانا، اجتہاد، ص 21، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، س۔ن

۸۔ آمدی، سیف الدین علی بن علی، ''الاحکام فی اصول الاحکام'' 218/4، محمد علی واولادہ 1347ھ

۹۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ الموفقات فی اصول الشرعیہ، 89/4، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لائبریری، لاہور، س۔ن

۱۰۔ بیضاوی، ابو الخیر عبد اللہ بن عمر شیرازی، ''منہاج الوصول'' الی علم الاصول''، 284/3، مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق، مصر 1316ھ

۱۱۔ ابن اثیر، الجندری، النہایۃ'' 330/1، مطبوعہ موسسہ ایران 1364ھ

۱۲۔ ابن منظور، ''لسان العرب'' 135/3، دار بیروت 1906ء

۱۳۔ الغزالی، ابی حامد بن محمد بن محمد، المستصفیٰ من علم الاصول'' 350/2، مطبع کبری بولاق، مصر 1294ھ

۱۴۔ یحییٰ بن شرف، نووی، ''تہذیب الاسماء واللغات'' 56/3، دارالکتب العلمیہ بیروت س۔ن

۱۵۔ طاہر پٹنی، محمد، ''مجمع بہار الانور'' 222/1، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، س۔ن

۱۶۔ ولی اللہ، شاہ، عقد الجید فی الاحکام الاجتہاد والتقلید''، ص21، قرآن محل، کراچی 1379ھ

۱۷۔ مودودی، ابو الاعلیٰ سید، ''اسلامی ریاست''، ص 443، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور 1969ء

۱۸۔ صبحی محمصانی، ''فلسفہ شریعت اسلام''، ص 213، مجلس ترقی ادب، لاہور 1985ء

۱۹۔ ابو اسحاق شاطبی، ''الموافقات''، ج 4، کتاب الاجتہاد

۲۰۔ ابن بدران ومشقی المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل، عقد نضید فی الاجتہاد والتقلید

۲۱۔ ابن امیر الحاج، التقریر والتحبیر، ج ۳، المقالۃ الثالثۃ فی الاجتہاد

۲۲۔ جار اللہ زمخشری، کتاب الفائق، جز ثانی، فقہ

۲۳۔ ابو داؤد کتاب الاقفیہ باب اجتہاد الرای فی القضاء

۲۴۔ ابن قیم، اعلام الموقعین ج ۱، حدیث معاذ ابن جبل فی الاجتہاد، وابوبکر ابن عربی احکام القرآن، ج ۱، نساء ع ۸، تفسیر، یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ الخ

۲۵۔ بخاری، ج 2، کتاب الاعتصام باب اجرالحاکم اذا اجتھد الخ

۲۶۔ مسلم، ج 2، کتاب الاقفیہ، باب اجر الحاکم الخ

۲۷۔ سورۃ الحشر 7:59

۲۸۔ ابو داؤد، کتاب الاقفیہ، باب فی قضاء القاضی اذا اخطاء احیا العلوم، ج 11، للفظ الاول الفقہ

۲۹۔ احیاء العلوم، ج 11، للفظ الاول الفقہ

۳۰۔ سورۃ البقرہ 150:2

۳۱۔ سورۃ الحشر 2:59

۳۲۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہیل ''السرخسی اصول السرخسی جز ثانی، باب القیاس

۳۳۔ سورۃ النحل 44:16

۳۴۔ سورۃ النساء 83:4

۳۵۔ سورۃ توبہ 22:9

۳۶۔ سورۃ الاعراف179:8

۳۷۔ سورۃ المنٰفقون3:63

۳۸۔ تفتا زانی، سعد الدین مسعود بن عمر'' التلویح علی التوضیح'' جز ثانی، ص 117، محمد علی صبیح واولادہ 1957ء

۳۹۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ '' الموافقات فی اصول الشرعیہ'' 89/4، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، س۔ن

۴۰۔ ولی اللہ، شاہ،''عقد الجید فی الاحکام الاجتہاد و التقلید'' ص3، قرآن محل، کراچی 1379ھ

۴۱۔ تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر،''التلویح علی التوضیح'' جز ثانی، ص117، محمد علی صبیح واولادہ 1957ء

۴۲۔ مولوی محمد احمد رضوی،''فلسفہ التشریع فی الاسلام''، ص147، مجلس ترقی ادب، لاہور، س۔ن

۴۳۔ ثناء اللہ امرتسری،''رسالہ اجتہاد و تقلید''، اہل حدیث اکادمی، 251/2، کشمیری بازار 1968ء

۴۴۔ ایضاً، ص43

۴۵۔ ابن منظور، لسان العرب 133/3، دار البیروت 1906

۴۶۔ سورۃ توبہ 79:9

۴۷۔ الغزالی، ابن حامد بن محمد بن محمد''المستصفی من علم الاصول'' 350/2، مطبع کبریٰ بولاق، مصر 1294ھ

۴۸۔ تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر،''التلویح علی التوضیح'' 671/6، محمد علی صبیح والاہ 1957ء

۴۹۔ زرکشی،''البحر المحیط'' 227/8، دار الکتبی، الطبعہ، الاولی 1994ء

۵۰۔ کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام، البزدوی 14/4

۵۱۔ سورۃ نساء 29:4

۵۲۔ سورۃ القصص 26:28 تا 28

۵۳۔ سورۃ النمل 21,20:27

۵۴۔ سورۃ ص 71:38 تا 78

۵۵۔ سورۃ البقرہ 150:2

۵۶۔ تقی امینی ،محمد مولانا ، اجتہاد ،ص 23 ، قدیمی کتب خانہ ، آرام باغ ، کراچی ،س ۔ ن

۵۷۔ سورۃ البقرۃ 233:2

۵۸۔ سورۃ النحل 44:16

۵۹۔ جصاص ، ابو بکر احمد بن علی ،'' اصول الجصاص المسمی الفصول فی الاصول'' ، دارالکتب العلمیہ بیروت ، لبنان ، 2000ء

۶۰۔ آل عمران 159:3

۶۱۔ النساء:105:4

۶۲۔ آمدی ، ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد ''الاحکام فی الاصول الاحکام'' 399/4 ، دار الکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان 1985ء

۶۳۔ ابو داؤد ، سید سلیمان بن اشعث ،سنن ابی داؤد ، کتاب القضاء ، باب فی قضاء ، القاضی اذا اخطاء ، 70/3 ، دارالاشاعت ، اردو بازار کراچی ،س ۔ن

۶۴۔ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل '' السرخسی اصول السرخسی'' 91/2 ،س ۔ن

۶۵۔ آمدی ، ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد '' الاحکام فی اصول الاحکام'' 399/4 ، دار الکتب ، العلمیہ ، بیروت ، لبنان 1985ء

۶۶۔ سورۃ النجم 4,3:53

۶۷۔ منذری، عبدالعظیم بن عبدالقوی، الترغیب والترمیب'' 341/2، دارالفکر 1993ء

۶۸۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی'' اصول الجصاص المسمی الفصول فی الاصول'' 93/2، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2000ء

فصل دوم

۱۔ تقی امینی، محمد مولانا، اجتہاد ص 37، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، س۔ن

۲۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص35

۳۔ سورۃ الانفال 41:8

۴۔ سورۃ الحشر 10,9,8:59

۵۔ سورۃ توبہ 5:9

۶۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والغی، والامارۃ فی خبر الطائف، 456/2، ادارۃ الاشاعت اُردو بازار، کراچی،

۷۔ طبقات فقہاء، ص 37

۸۔ ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد حبیب الاحکام السلطانیۃ ودلایات الدینیۃ، ص 73، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1985۔

۹۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب الجہاد والسیر ، باب 1151 اسلم قوم فی دار الحرب 149/1 ، قمر سعید پبلشرز لاہور 1979

۱۰۔ سورۃ البقرۃ 247:2

۱۱۔ سورۃ البقرۃ 236:2

۱۲۔ سورۃ البقرہ 196:2

۱۳۔ سورۃ الطلاق 7:65

۱۴۔ ابن حجر عسقلانی ،'' بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام'' شارح از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری 444/1 مترجم عبد الوکیل علوی ، دارالسلام ، پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ، ریاض 1997 ء

۱۵۔ سورۃ النحل 16:16

۱۶۔ غزالی ، ابو حامد محمد بن محمد المستصفیٰ من علم الاصول وبذیلہ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت فی الاصول الفقہ 350/2 ، مطبع کبریٰ ، بولاق ، مصر 1294 ھ

فہرست آیات

(۱) لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (نساء: ۹۵)

(۲) وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

(۳) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

(٤) وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

(۵) ا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(٦) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

(۷) فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا

(۸) وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ لا فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًاز وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ

(۹) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا وَجٰھَدُوۡا بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہ

(۱۰) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا وَجٰھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِمۡ لاَاَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَاللّٰہِط وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الۡفَآئِزُوۡن

(۱۱) اَیَسۡتَوِی الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ غَیۡرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالۡمُجٰھِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِمۡط فَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰھِدِیۡنَ بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِمۡ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ دَرَجَةًط وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰیط وَفَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰھِدِیۡنَ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

(۱۲) وَجَاھِدُوۡا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ

(۱۳) وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌّط بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡن

(۱۴) کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَھُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ وَعَسٰی اَنۡ تَکۡرَھُوۡا شَیۡئًا وَّھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَعَسٰی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ۔ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡن

(۱۵) وَقَاتِلُوۡھُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّیَکُوۡنَ الدِّیۡنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ

(۱٦) وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰھَا(۷) فَاَلۡھَمَھَا فُجُوۡرَھَا وَ تَقۡوٰھَا(۸) قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا (۹)وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰھَا(۱۰)

(۱۷) فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَجَاھِدۡھُمۡ بِہٖ جِھَادًا کَبِیۡرًا

(۱۸) مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ○ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ○ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(۱۹) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰه

(۲۰) اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌلَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن

(۲۱) وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا

(۲۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَال

(۲۳) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْن

(۲٤) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

(۲۵) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

(۲٦) اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا لا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

(۲۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ(۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن

(۲۸) قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ

(۲۹) قَاتِلُواالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَابِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(۳۰) وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِط فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَاعُدْوَانَ اِلَّاعَلَى الظّٰلِمِيْنَ

(۳۱) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِج فَاِنِ انْتَهَوْافَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْر

(۳۲) وَمَالَكُمْ لَاتُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاج وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّاج وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا

(۳۳) يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى

(۳۴) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(۳۵) وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْم بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ لا اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ

(۳۶) قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ(۱٤) وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْط وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ

عَلِيْمٌ حَكِيْم

(٣٧) وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْن

(٣٨) وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُم

(٣٩) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌم بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّى

(٤٠) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(٤١) وَاذْكُرِاسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلً

(٤٢) فَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَO وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْن

(٤٣) فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْO وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَب

(٤٤) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍO تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن

(٤٥) طٰهٰ O مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى

(٤٦) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْن

(٤٧) وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

(٤٨) اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ م بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُم

(٤٩) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ م بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي

(٥٠) اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْم

(٥١) وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

(٥٢) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط

(٥٣) يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ o

(٥٤) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْن

(٥٥) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْن

(٥٦) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰب

---

(٥٧) اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلً

(٥٨) فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَب

(٥٩) وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(٦٠) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِط وَ حَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

(٦١) فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِی الْاَبْصَارِ

(٦٢) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(٦٣) وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْط

(٦٤) فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ

(٦٥) لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّايَفْقَهُوْنَ بِهَا

(٦٦) فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ

(٦٧) وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَ هُمْ

(٦٨) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

(٦٩) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ○ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ج فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ج وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ط سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ط اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ط وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ○

(٦٩) وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ز اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَا اَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ○

(٧٠) اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ○لا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ○

(٧١) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَ حَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

(۷۲) وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط

(۷۳) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(۷۴) وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ

(۷۵) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ ط

(۷۶) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ○

(۷۷) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ

(۷۸) لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِىْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ م بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(۷۹) فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط

(۸۰) اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط

(۸۱) وَّمَتِّعُوْهُنَّ ج عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ج مَتَاعًام بِالْمَعْرُوْفِ

(۸۲) فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط

(۸۳) لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ط

(۸۴) وَعَلٰمٰتٍ ط وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن

۲۔ آمدی ، ابو الحسن علی بن ابی علی بن محمد'' الاحکام فی اصول الاحکام'' ، دارالکتب ، العلمیہ ، بیروت ، لبنان ، 1985ء

۳۔ ابن منظور ، لسان العرب ، دار بیروت 1906ء

۴۔ ابو نعیم ، عبد الحکیم ، نشتر جالندھری ، '' قائد اللغات'' ، حامد اینڈ کمپنی ، لاہور ، س۔ ن

۵۔ ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الواح ''شرح فتح القدیر'' ، مصر مطبع مصطفیٰ ، قاہرہ ، 1356ھ

۶۔ ابن کثیر ، عماد الدین اسماعیل ، تفسیر ابن کثیر ، مکتبہ العلمیہ ، 1948ء

۷۔ ابو الاعلی مودودی ، ''تفہیم القرآن'' ، مکتبہ تعمیر انسانیت ، لاہور ، ادارۂ ، ترجمان ، القرآن

۸۔ ابو بکر احمد بن بن الرازی ، الجصاص الحنفی ، مترجم عبد القیوم ، '' احکام القرآن'' ، شریعہ اکیڈمی ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، اسلام آباد

۹۔ الغزالی ، ابی حامد بن محمد بن محمد ، ''المستصفی من علم الاصول'' مطبع کبریٰ ، بولاق ، مصر 1294ھ

۱۰۔ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل '' السرخسی اصول السرخسی'' ۔ س ۔ ن

۱۱۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، ادارۃ الاشاعت، اُردو بازار، کراچی

۱۲۔ ابن حجر عسقلانی، ''بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام'' شارع از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، مترجم عبد الوکیل علوی دارالسلام، پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، ریاض 1997ء

۱۳۔ اصفہانی، راغب ''مفردات القرآن'' اُردو پریس لاہور، س۔ن

۱۴۔ القشیری، ابی القاسم، ''الرسالۃ القشیریۃ''، المعہد المرکزی الابحاث الاسلامیہ، پاکستان، س۔ن

۱۵۔ الرحمٰن سیوہاروی، ''اخلاق وفلسفہ اخلاق'' ندوۃ المصنفین، دہلی، 1359ھ

۱۶۔ الحاج مولوی فیروز الدین، ''فیروز اللغات''، 1967ء لاہور

۱۷۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دارالمعرفہ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان 1979ء

۱۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، قمر سعید پبلشرز، لاہور 1979ء

۱۹۔ ''تاریخ فقہ اسلامی'' محمد الخضری، مرحوم کی تاریخ التشریع ترجمۃ از عبد اسلام ندوی مطبع معارف دار المصنفین اشاعت 1393ء 1973ء

۲۰۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ''جامع ترمذی''، ناشر ضیاء احسان پبلشرز، نعمانی مکتب خانہ، اُردو بازار، لاہور

۲۱۔ تقی امینی، محمد مولانا، ''اجتہاد'' قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی۔ س۔ن

۲۲۔ ثناء اللہ امرتسری، ''رسالہ اجتہاد وتقلید''، اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار 1968ء

۲۳۔ تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، ''التلویح علی التوضیح'' محمد علی صبیح واولادہ 1957ء

۲۴۔ جصاص ، ابو بکر احمد بن علی ،''اصول الجصاص المسمی الفصول فی الاصول'' ، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان 2000ء

۲۵۔ جبران مسعود'' الرائد'' مطبع بیروت 1964ء

۲۶۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی حجر عسقلانی شافعی متوفی'' فتح الباری'' ،مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، 1401ھ

۲۷۔ سید سلیمان ندوی ،'' سیرت النبی'' ، مطبع معارف اعظم گڑھ، 1952ء

۲۸۔ سید سلیمان ندوی ،'' دائرہ معارف اسلامیہ''

۲۹۔ شاہ ولی اللہ،'' حجۃ اللہ البالغۃ'' اُردو ترجمہ لاہور، 1984ء

۳۰۔ حنیف ندوی ،مولانا'' مسئلہ اجتہاد'' مطبوعات ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور 1952ء

۳۱۔ عماد الدین اسماعیل ،تفسیر ابن کثیر، مکتبہ العلمیہ ، لاہور 1948ء

۳۲۔ مولانا ادریس احمد کاندھلوی ،'' سیرت مصطفیٰ'' مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ ، لاہور س۔ن

۳۳۔ مفتی محمد شفیع ،''تفسیر معارف القرآن'' ، ادارۃ المعارف کراچی جون 1990ء۔

۳۴۔ مودودی ، ابو الاعلی سید،'' اسلامی ریاست'' اسلامی پبلی کیشنز ، لاہور 1969ء

۳۵۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ ، الموفقات فی اصول الشرعیہ ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ، لاہور، س۔ن

۳۶۔ ولی اللہ،شاہ ،عقد الجید فی الاحکام الاجتہاد والتقلید ،قرآن محل ، کراچی ،1379ھ

۳۷۔ مولوی محمد احمد رضوی ،'' فلسفہ التشریع فی الاسلام''، مجلس ترقی ادب ، لاہور، س۔ن

۳۸۔ بیضاوی، ابوالخیر عبداللہ بن عمر شیرازی ،''منہاج الوصول الی علم الاصول'' مطبعہ امیریہ کبریٰ ، بولاق ،مصر ،1316ھ

۳۹۔ ماوردی ، ابوالحسن علی بن محمد حبیب ،'' الاحکام السلطانیۃ وولایات الدینیۃ'' ، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان ،1985ء

۴۰۔ مسلم بن الحجاج ، صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی ، ناشر خالد احسان پبلشرز، نعمانی کتب خانہ اردو بازار، لاہور۔

۴۱۔ عرفان خالد ڈھلوں،'' اسلام کا نظریہ اجتہاد''،شریعہ اکیڈمی ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، اسلام آباد۔

۴۲۔ خواجہ عبدالحمید،'' جامع اللغات'' ، اردو سائنس بورڈ

۴۳۔ وارث سرہندی،'' القاموس'' ، اردو سائنس بورڈ، س۔ن

۴۴۔ علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 1983ء

۴۵۔ ولی الدین ، محمد بن عبداللہ ، الخطیب ،'' مشکوٰۃ المصابیح'' ، (مترجم مولانا عبدالعلیم علوی) ، مکتبہ رحمانیہ ، س۔ن

۴۶۔ قرآن کی روشنی میں از ڈاکٹر رضوان علی ندوی، کراچی ،2005ء

۴۷۔ عبدالحمید، خواجہ،'' جامع اللغات'' ، جامع اللغات کمپنی لاہور، س۔ن

۴۸۔ ابن اثیر، الجوزیم'' الہنایہ'' م مطبوعہ موسسہ ایران ،1364ھ

۴۹۔ صبحی محمصانی، ''فلسفہ شریعت اسلام''، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1985ء

۵۰۔ طاہر پٹنی، محمد، بہار الانوار، مطبوعہ منشی نولکشور، لکھنو، س۔ن

۵۱۔ یحییٰ بن شرف، نووی، ''تہذیب الاسماء واللغات''، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن